

تذکرہ
معلم نامی حکیم ابو علی شیخ الریس

شرف الملک حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی

بن سینا

مصنفہ سید جلال حسا

حسب فرمایش منشی جو نرائن صاحب وراما

مالک رسالہ ناول لکھنؤ

مطبع منشی جے نرائن لکھنؤ میں چھپا

جلد ۱۷۰۰ جلدی شدہ قیمت فی جلد ۸

دفتر سالہ ناول۔ امین آباد لکھنؤ میں فروخت کے لیے موجود ہیں۔

اسکے حالات زندگی کے عجیب و غریب اور نیرنگی
فلک کا آئینہ ہیں۔ اصلی قیمت۔ ۸
سردار ہری سنگھ نلوہ۔ رنجیت سنگھ کے
مشہور عالم جیش و سپہ سالار سردار ہری سنگھ نلوہ
کی سوانح عمری جسکی سمجھ بوجھ کا سکہ الہی
تک سرحد پر بیٹھا ہوا اور افغان مورقین
اپنے بچوں کو ڈرانے کے لیے کہتی ہیں۔ کچھ
خاموش باش۔ ہری پائی آید۔ اصلی قیمت۔ ۸
مہاراجہ۔ چندر گپت۔ بیوہ اور العزم مہاراجہ
جو۔ جسے جان بھرتی پر رکھ کر طرح طرح کے
مصائب کا مقابلہ کرتے ہوئے انجام کار بودہ ہیں
کی جڑ کو ہندوستان سے اکھاڑ کر اسکی جگہ پر
دھرم کا جھنڈا لگا دیا۔ اہلی قیمت۔ ۶
سوانح عمری حضرت علی۔ علیؑ کے عظیم
مین عظیم الشان سلطان۔ سرکار کا رازار میں
یکہ تازہ سوار عنصر پر ایک شیوہ زبان آجیکر
علم و فضل کے درس گاہ میں ایک طلیق اللسان
پر و فیسر سید فقیر پر ایک منکسر المزاج فقیر
ہیں قیمت۔ ۱۷
حیات غالب۔ مرزا اسد اللہ خاں صاحب
غالب کی مختصر سوانح عمری۔ جسکے نام نامی سے
نہ صرف علمی و ادبی آگاہ ہر جگہ بے غلوں بھی
اس ملک اشعار۔ غمزہ مند۔ شاعر کا نام روز
روشن کی طرح مشہور ہے اصلی قیمت۔ ۱۲

راجہ بیر بر۔ ابو الفخر قاضی و بیازہ کے مشہور
رقیب اور شاہ اکبر کے مشہور و مکن لکھنٹ
راجہ بیر بر کے حالات زندگی اصلی قیمت۔ ۴
مہاراجہ بکر ماجیت۔ اس واجب التقیلم
راجہ کا نام ہندوستان میں کس شخص ذہنین
تساہ سادگی صداقت۔ زہد اور نیکی کی تعوی
اگر دیکھنی ہو۔ تو مہاراجہ بکر ماجیت اعظم کے
حالات زندگی مطالعہ کرنے چاہئیں قیمت۔ ۷
مہاراجہ برہم پتی راج۔ ہر تعلیم یافتہ ہندوستانی
کو عام اس سے کہ وہ ہندو ہو یا مسلمان۔
مہاراجہ برہم پتی راج کی سوانح عمری ایک مرتبہ
پڑھ لینی چاہیے۔ کیونکہ یہ ہی حکم ان کی جسکی
حکومت کو زوال آتے ہی ہندوستان کو آریہ
قوم اور آریہ دھرم کو زوال آگیا اور اسکے
بجائے اسلام اور اسلامی جھنڈے کی بنیاد پڑی
قیمت اصلی۔ ۱۰
مہارانی سنجو گتا۔ راجہ جے چند الہی قنوج
کی بیٹی اور مہاراجہ برہم پتی راج کی محبوبہ مہارانی
سنجو گتا کے حالات زندگی۔ اصلی قیمت۔ ۳
پید منی۔ جس نے اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔
لیکن دامن عصمت پر نہ نامی کا دبیہ نہ آنے
دیا۔ اہلی قیمت۔ ۶
مہارانی درو پدی۔ راجہ درو پدی کی بیٹی اور
مہاراجہ بدیشہ کی رانی درو پدی کی سوانح عمری

سعیم تالی

حکیم ابو علی شیخ رئیس شرف الملک حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن سینا کے حالات سوانح عمری

ابو علی (شیخ رئیس) زمانہ اسلام کے نامور حکیموں اور طبیبوں میں شمار کیا جاتا ہے جسکے علم و فضل کی تعریف میں صرف یہی دلیل کافی خیال کی جاتی ہے کہ اُس زمانے سے اب تک مسلمانوں میں کوئی شخص اُس کا ہم پلہ پیدا نہیں ہوا۔ شیخ کا باپ عبد اللہ شہر بلخ کے نامور لوگوں میں سے تھا اور وہاں کی گورنمنٹ سے کوئی خدمت بھی اُسکے مفوض تھی۔ منصور بن عبد الملک سامانی کے عہد دولت میں وہ بخارا کو آیا۔ چونکہ وہ نہایت لائق اور تجربہ کار تھا منصور کے وزیروں نے اوسکی قدر کی اور اوسکو نوکر رکھ لیا اور وہ مدت تک اسی حالت سے بخارا میں مقیم رہا۔ پھر وزیروں نے

سلطہ سینا شیخ کے سلسلہ اجداد میں پانچویں پشت پر ہے۔ قطب الدین لاہجی نے شیخ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ سینا فخر الدولہ دہلی کا وزیر تھا لیکن اسکو ان وایت کے بیان کرنے میں ہوکا ہو گیا ہے کیونکہ سینا اور فخر الدولہ کے زمانہ میں ایک سو سال سے زیادہ کا فرق ہے بلکہ سینا مسلمانان کے ابتدائی عہد میں بخارا میں عہدہ جلیلہ پر سر فرزا اور نظم و نسق کا نفاذ تھا۔ منہ

اوسکو خرمین کو روانہ کیا کہ وہ وہاں کی رعیت کو اس زمان کے ساتھ رکھے
وہاں ایک گاؤں تھا جسکا نام ایشہ تھا اور جسکے قریب میں سامان ایک
مشہور مقام ہے یہاں پر اوسنے ایک عورت سے جسکا نام ستارہ تھا
کلیج کر لیا۔ بعد نکاح خانے اوسکو ایک ایسا نامی فرزند عطا کیا جس سے
آج تک اوسکا نام زندہ و روشن ہے۔

بقول مشہور تیسری صفر ۳۳۳ھ میں اور ایک روایت صحیح کے موجب
۳۳۶ھ میں مقام خرمین میں شیخ پیدا ہوا اوسکا نام حسین رکھا گیا۔ اوسکی
مدت رضاءت رد و یاد دہانی برس کے بعد عبد اللہ کے ایک ورثہ کا پیدا
ہوا جسکا نام اوسنے محمود رکھا۔ اسوقت حسین کی عمر پانچ سال کی تھی۔

جب عبد اللہ کو خرمین کے انتظام سے فراغت حاصل ہوئی
تو وہ مع اپنی بی بی اور لڑکوں کے دوبارہ بخارا کو واپس آیا۔ چونکہ شیخ
میں بچپن ہی سے دانائی اور اولوالعزمی کے آثار پائے جاتے تھے اسلئے
اوسکے باپ نے اوسکو ایک معلم کے سپرد کیا تاکہ وہ قرآن اور ادب و علوم
دین کی تعلیم پائے۔ جب وہ اس سے فارغ ہو گیا تو معلم نے اوسکو
اصول علم ادب یعنی نحو۔ صرف۔ لغت۔ معانی۔ اور بیان وغیرہ کی
تعلیم دینی شروع کی۔ شیخ نے ان علوم میں پانچ سال کے عرصے میں
کامل دستگاہ پیدا کر لی۔ جب اوسکو ان علوم سے بھی فراغت حاصل
ہو چکی تو اوس نے محمود علی کی شاگردی اختیار کی جو ایک بقال تھا
اور یہ شخص ریاضی میں آپ ہی اپنی نظیر تھا۔ بوعلی نے اوس سے حساب
اور جبر و مقابلہ سیکھ لیا۔ بلکہ اوسکو ان علوم میں وہ مهارت اور ملکہ ہوا کہ
وہ اپنے استاد کے ہمرتبہ ہو گیا۔ پھر اوسنے اسمعیل زاہد سے فقہ کی
تحصیل کی۔ اس میں اوسنے سوال کے طریقے اور اعتراض کے جواب
اور مجیب کے جواب کا طوبی عمل جیسا کہ مروج تھا سیکھ لیا۔

سہ تو پانچ سال مدت رضاءت رکھے یاد روع گور حافظہ نباشد

چونکہ عبد اللہ ناطلی علم منطق میں بڑا کمال اوستاد مانا جاتا تھا
 عبد اللہ نے اسکی دعوت کی اور اس سے اس بات کی درخواست
 کی کہ وہ اس کے (بوعلی) کو منطق کی تعلیم نہایت عمدہ طریقے سے
 کرے عبد اللہ ناطلی نے اسکی درخواست کو منظور کیا اور بوعلی کو کتاب
 ایسا خوب شروع کرائی جب اسنے فلسفہ کی تعریف اس طرح شروع کی
 ”هو المقول علی الذرۃ المختلفة الحقایق“ جو اب ماہو کہ فلسفہ
 وہ کلی ہے جو افراد مختلف الحقایق کے جواب ماہو میں محمول ہوتی ہے، یہ حکم
 وہ خاموش ہو گیا۔ اس تعریف پر شیخ اس قدر اعتراض کے جسکے سننے سے
 استاد حیران اور اس کے رو کرنے سے عاجز ہو گیا۔ پھر بوعلی نے خود بھی
 نہایت محققانہ اس سے اس کے جوابات ادا کئے جس سے استاد کے
 شجاعت رفع ہو گئے۔ اس وقت سے استاد اس کے حسن بیان سے حالت
 شہسباز میں پڑ گیا۔ اور پھر وہ ہمیشہ اسکی تعریف کرتا رہتا تھا۔ ناطلی نے
 شیخ کے باپ کو بلوایا اور خفیہ طور پر اس سے بیان کیا کہ تیرا لڑکا نہایت
 ذہین ہے اسنے شیخ کی تقریر کو اس کے سامنے دوہرایا اور کہا کہ اس
 طرح کی نہایت حفاظت کرنا۔ پھر وہ اسکی تعلیم و تربیت میں زیادہ توجہ اور
 انتہات کے ساتھ کام لیتا تھا۔ جب شیخ ناطلی کے منطق کی تحصیل کر چکا تو اسنے
 اقلیدس شروع کی۔ اقلیدس کی ابتدائی چند شکلیں استاد سے سکھنے کے
 بعد باقی شکلوں کو خود اسنے اپنے قوت مطالعہ سے حل کر ڈالا اور خود
 استاد کے سامنے اس علم کی وہ نزاکتیں بیان کرتا تھا جس سے استاد کا
 شہسباز بڑھتا جاتا تھا۔ پھر اسنے متوسطات کی تکمیل کی اور پھر مجسطی شروع
 کی۔ جب اسکو اس علم کے مقدمات سے فراغت ہوئی اسنے عند ہی
 اشکال کی طرف توجہ کی۔ جب ناطلی نے یہ دیکھا کہ اب ابھی طرح سے اسکی
 تعلیم مجھے نہیں ہو سکتی ہے تو اسنے شیخ کو یہ ہدایت کی کہ تو اس کتاب
 بطور خود و کم ڈال اسپر بھی اگر کوئی مسئلہ حل طلب باقی رہ جائے تو میں
 اتنا ایک کاغذ کا نام جو مسکونی احوال غنیل کہتے ہیں اور یہ جو ساغر ان کے تالیف میں ہو

حل کرد و لگا بوعلی نے اوسکی وراثت پر عمل کیا اور تھوڑے دنوں میں محبلی کے
مشکل مسائل کو حل کر کے قلمبند کرتا گیا۔ اس اثنا میں ناتلی کو کہ کالج (مملکت
خوارزم کا ایک آبشار جو اب تک آباد اور مشہور ہے) جائیکا استغاثی ہوا۔

اسوجہ سے شیخ اوستاد کی صحبت سے محروم رہا اور اسی خیال نے اپنے اوپر
اوجت فحنت گوارا کی اور وہ رات دن کتابوں کے مطالعہ میں اسقدر محو رہا
کرتا تھا کہ اوسکو دن اور رات کی مطلق خبر نہیں ہوتی تھی اسی مشغلہ کے اثنا
میں وہ ۱۰۰۰ — پنے کتاب خانہ کو تادمقدور علی کتابوں سے آراستہ کرتا رہا
جب وہ علم طبعی اور علم الہی سے فارغ ہوا تو اوسکو علم طب کی تحصیل کا شوق
دامگیر ہوا اوسنے ابو منصور حسن بن نوح القرمی کو انتخاب کیا جو اس علم کا
بڑا ماہر تھا تھوڑے ہی زمانہ میں اوسنے علم طب میں وہ دستگاہ کمال
پیدا کی کہ بڑے بڑے اوستاد بھی اوس سے اس علم کے وقایق کی تعلیم پاتے
تھے پھر اوسنے طب میں ایک نہایت عمدہ کتاب تصنیف کی جس میں علم طب
کے اجزائے نظری و عملی کو نہایت عمدہ طریقے سے بیان کیا۔ غرض کہ اوسکو
طب میں وہ ملکہ پیدا ہوا کہ نامور اوستاد اور طبیب حاذق بھی اوسکی شاگردی
کو باعث فخر سمجھنے لگے اور اوسکی بیش بہا تحقیقات سے فائدہ اٹھانے لگے۔
اسکے بعد شیخ نے طب کھولا اور بیماروں کا علاج کرنے لگا جو بیمار کہ
امراض میں مبتلا ہوتے تھے وہ اوسکے حسن تشخیص اور خوبی معالجہ سے شفا یاب
ہوتے تھے۔

اس طب کے زمانہ میں جو صبح و شام بیماروں کے دیکھنے اور انکے
علاج کرنے میں اوسکا وقت صرف ہوتا تھا اوسنے فقہ کے مشغلے کو بھی
جاری رکھا بلکہ وہ اوس زمانے میں بھی اپنے ہمعصر فقیہوں سے مناظرہ
اور مباحثہ کرتا رہتا تھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ اس زمانے میں جبکہ وہ اس مرتبہ کو چھوچا تھا
اوسکی عمر بیس برس کی نہیں ہوئی تھی اسکے بعد اوسنے دوبارہ منطق اور ناطی
علوم فلسفہ کو دیکھنا چاہا اور سال بھر تک ان علوم کے مطالعہ میں ہندو متفرق

رہا کہ رات کو اوتنا ہی سوتا تھا جس سے خواہش نفسانی کو کسبِ طہر کا نقصان نہ پہونچے اور کھانا اتنا کھاتا تھا جس سے بدن ضعیف نہ ہونے پائے جب نیند کا غلبہ ہوتا تو وہ مقوی مشروبات پیا کرتا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب منطق وغیرہ کا کوئی مسئلہ اوس سے حل نہ ہوتا تو وہ بعدِ ظہارت کے مسجد کو جاتا اور خدا سے اوس مسئلہ کے حل ہو جانے کی التجا کرتا۔ خدا کی قدرت کہ وہ مسئلہ حل ہو جاتا اور اوس کا مشا پورا ہو جاتا۔ وہ ہمیشہ تصنیف و تالیف اور تقریر میں کرتا رہتا تھا۔

اسکے بعد وہ کتاب مابعد الطبیعیات کے مطالعہ میں مصروف ہوا جسکو علم ماقبل الطبیعیات اور علم کلی اور فلسفہ اوستے بھی کہتے ہیں۔ اس علم میں اون موجودات سے بحث کہوتی ہے جنکا وجود خارجی اور ذہنی مادہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ مثلاً ذات باری اور مجردات وغیرہ۔ چونکہ یہ علم نہایت نازک اور اوسکے مسائل بہت پیچیدہ ہوتے ہیں گو شیخ نے اون کے سمجھنے میں بہت کوشش کی تاہم وہ اوسکے سمجھنے میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہوا اور جسکی وجہ سے وہ پریشان خاطر ہوا اور اوسنے مطالعہ ترک کر دیا وہ اسی پریشانی کی حالت میں تھا کہ اتفاق سے ایک روز بازار میں اسکا جو گدر ہوا تو ایک شخص ایک کتاب بغرض فروخت اوسکے پاس لایا شیخ نے اوسکو کھولا اور چند سطریں اوسکی پڑھیں تو معلوم ہوا کہ یہ کتاب مابعد الطبیعیات میں لکھی گئی ہے چونکہ شیخ کی طبیعت اس سے اوستے کی تھی اسلئے اوسکو اس کتاب کے خریدنے میں تامل ہوا۔ باع نے کہا اگر آپ اسکو خریدینگے تو بہت سستی قیمت میں آپ کو دیجائے گی اسلئے کہ مالک کتاب بہت کم استطاعت بلکہ محتاج ہے اگر آپ اسکی قیمت میں مجھکو صرف تین درہم بھی دینگے تو نہ صرف میں ممنون ہونگا بلکہ آپ مالک کتاب کے دے کے خریدنے مستحق ہونگے۔ بوعلی نے اوسکی خاطر سے چند درہم دیکر کتاب خرید لی جب وہ گھر پہونچا تو دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ابونصر فارابی معلم ثانی کی تصنیف ہے۔

غرض یہ کہ شیخ یابوسی ہی کے ساتھ اوسکو دیکھتا گیا۔ خدا کی قدرت
کہ اوس کتاب میں علامہ کی معرکہ آرا اور پرہیزگار مسائل اس خوبی اور صفائی کے
ساتھ بیان ہوئے تھے کہ فوراً اوسکی سمجھ میں آ گئے۔ اس سے بوعلی کو استقدر
خوشی ہوئی کہ وہ پھولا نہیں سماتا تھا اور اوسنے اوسکے شکر یہ میں خالصاً نقد
غریبوں اور مسکینوں کو خوش کیا۔

روایت ہے کہ اس زمانے میں امیر توح بن منصور سامانی بہت بیمار
ہوا شہر کے نامی اطباء جون جون اوسکا علاج کرتے جاتے تھے اوسکا
مرض بڑھتا ہی جاتا تھا۔ آخر وہ بیزار ہو گئے۔ اور معالجہ سے دست بردار
ہو گئے چونکہ بوعلی کے علم و عمل کا جا بجا چرچا ہو رہا تھا جب بادشاہ کے
سامنے اوسکا ذکر آیا تو اوسنے اوسکے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ شیخ آیا
اور بیماری کی اگلی سب کیفیت دریافت کی جسکے معلوم کرنے سے
اوسنے مرض کی تشخیص کر لی اور علاج شروع کر دیا۔ بفضل خدا تھوڑے
عرصے میں بادشاہ دن بدن تندرست ہوتا گیا بعد صحت بادشاہ نے
اوسکو بہت کچھ عطیات اور صلوات شاہی سے نالا مال کر دیا۔ اور ہتھوڑ
اوسکا منقہ ہو گیا کہ دم بھر اوسکو اپنے پاس سے جدا نہیں ہونے دیتا
تھا اور اپنے سب امیرون اور وزیرون سے اوسکو زیادہ چاہنے لگا
اس زمانے میں شیخ نے بادشاہ سے کتب خانہ دیکھنے کی اجازت
حاصل کی۔ اور جب اوسکو اجازت مل چکی تو وہ رات دن کتاب خانہ
میں پڑا کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا۔ گو یہ محنت سخت اور دشوار تھی لیکن
وہ اوسپر شل عشق کے خوشگوار لذتیں تھیں۔

کتب خانہ شاہی میں ایک ہی کتاب کی جو متعدد کاپیاں (نسخہ)
تھیں وہ اون میں سے چھانٹ کر اپنے کتاب خانے کے لئے جمع
کر تا گیا اور جس نایاب کتاب کی ایک ہی کاپی ہوتی تھی اوسکو خود ہی
نقل کر لیتا یا اور وہ اسے اوسکی نقل کر لیتا تھا۔
یہ محض خدا کی عنایت اوسکے شامل حال تھی جو اوسکو ایک ایسا

بے نظیر کتاب خانہ میسر آیا جس میں نامور متقدمین و متاخرین مصنفین کی
 عمدہ اور مفید کتابیں جمع تھیں۔ اور ان کتابوں کے مطالعہ سے وہ ایک
 عرصہ قلیل میں معقول اور منقول کا عالم حید بن گیا۔

بوعلی کا کتاب خانہ میں جانا اور اس کے کتب خانہ کو چھوڑنے کے بعد اس کو
 آگ لگنا یہ بھی ایک عجیب اتفاق کی بات تھی جسکی وجہ سے اس کے معاذوں کو
 اس کی شکایت کا غروب ہی موقع ہاتھ آیا اور انہوں نے اس کو بادشاہ کا
 معتوب بنانا چاہا لیکن ان کو اس معاملے میں کامیابی نہیں ہوئی اور انکی
 سب کوششیں رایگانہ گئیں۔ انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ شاہی کتب خانہ
 میں جو آگ لگی اور کتابیں جل کر خاک سیاہ ہو گئیں یہ سب بوعلی کی شرارت
 تھی اور اس سے اس کا مقصود یہ تھا کہ ان کتابوں کے فنا ہونے کے
 بعد وہ اپنی تصنیفات کے سلسلے کو دنیا میں شائع کرے تاکہ لوگ اس کو
 علوم و فنون کا موجد خیال کریں۔ لیکن انکی اس چلتی سے بادشاہ کے
 دل میں بوعلی کی جانب سے ذرا بھی شبہ نہ ہوا۔

اسی زمانے میں ابو الحسن عروضی نے شیخ سے اس بات کی درخواست
 کی کہ وہ علم حکمت میں کوئی جامع کتاب تصنیف کرے شیخ نے اسکی درخواست
 کے بموجب کتاب مجموع تصنیف کی جس میں سوائے ریاضی کے اور سب
 علوم فلسفہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج ہیں۔

یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ شیخ ابو بکر برقی خوارزمی کو جو فقہ اور تفسیر کا
 بڑا عالم تھا علمیہ تحصیل کا شوق ہوا اور اس نے شیخ سے التماس کیا کہ وہ علم
 حکمت میں ایک جامع کتاب تصنیف کرے کہ فلسفہ کا کوئی ترجمہ اس سے
 نہ چھوٹے بوعلی نے اسکی درخواست پر کتاب حاصل و مفصل جو جو ہیں
 جلدوں میں ہے انکی پھر ابو بکر نے اس کو علم اخلاق میں کسی کتاب کی تصنیف
 کرنے پر آمادہ کیا تو اس نے کتاب البر والائم تصنیف کی ابن خلکان کا بیان
 ہے کہ ان کتابوں کی تصنیف کے زمانے میں شیخ کی عمر بائیس سال
 کی تھی۔

اسی زمانے میں امیر نوح بن منصور کی وفات واقع ہوئی اور اسکی موت
کیوجہ سے سلاطین سامانی کا دور حکومت بھی ختم ہو گیا۔ اور بخارا میں چار فتنہ
فتنہ و فساد برپا ہوا۔ گو کہ منصور بن امیر نوح اپنے باپ کی تلکھ پر سر پر آراے
سلطنت ہوا لیکن متواتر فتنہ و فساد نے پولیشکل امور میں ایسا تزلزل اور
تخلک پیدا کر دیا کہ سلاطین سامان کو ناکامیابی ہوتی گئی اور اسکے ساتھ ہی
سلاطین عزیزین کو ترقی بھی ہوتی گئی۔

ایک مدت تک بخارا کا یہی حال رہا اور سامانیوں کی سلطنت ہمیشہ کے لئے دنیا سے نیست و نابود ہو گئے اور اسی اثنا میں ابو علی کے باپ کا بھی انتقال ہو گیا اور ابو علی بے سرو سامانی کی وجہ سے نہایت حسرت و پریشان حال ہو گیا۔ ناچار وہ سفر کرنے پر آمادہ ہوا اور کرکاج کو روانہ ہوا۔

چونکہ سلطان خوارزم کا وزیر ابوالمحسین سہلی بڑا فقیہ اور فقہاء کا قدر و
تھا شیخ نے اس سے ملاقات کرنی چاہی۔ سفر کی تکلیف سے ایک دور و زار کم
پاکر اس کی ملاقات کو گیا اور سنے شیخ کی ویسی ہی قدر و منزلت کی جیسی کہ ایک
ایسے قابل قدر شخص کی کرنی چاہئے تھی۔

جب مجلس سے عالم لوگ اٹھ گئے تو اس وقت شیخ نے فقہ کی بحث چھیڑی
ابو الحسین کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص نہ صرف عالم فقہ ہے بلکہ اگر وہ اس علم میں
اجتہاد کا دعویٰ کرے تو کوئی بیجا نہیں ہے۔ پھر اس نے شیخ سے اولسکا
نام و نشان پوچھا جب اس کو معلوم ہوا کہ یہی شیخ الرلیس ہے تو وہ بہت
خوش ہوا اور اس کو بادشاہ کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے بھی اس کی
تعظیم و توقیر کی۔ دوسرے روز بادشاہ نے اس کو پھر بلوایا جب شیخ
آیا تو اس کے ساتھ الطان خسرو اذہ سے برتاؤ کیا گیا اور اس کے لئے
کے لئے ایک نہایت عمدہ عالی شان محل خالی کر دیا گیا اور ماخر اجازت
کے لئے ایک مناسب شاہرہ مقرر کر دیا گیا پھر حکم سلطان خواہم
میں اس کے لئے اس کے مجلس میں حکیم طبیب شہر۔ ادیب۔ اور
شاہرہ علم و فن کے صاحب کمال لوگ جمع ہوئے تھے

اوسنے شیخ کو بھی اپنی مجلس علی کا ممبر بنایا اور ہوشیہ وہ اس مجلس کے مباحثہ اور مناظرہ سے لطف صحبت اور ہٹا کر ہٹا اور مدت تک ایسی صحبت رہی جب سلطان محمود عزیزی نے خوارزم شاہ کے ملک پر فوج کشی کی اور غلبہ ہوا اور وہ ملک او سپر بحال بھی رکھا گیا اسپر بھی خوارزم شاہ کی حدود ملحق نہیں کر سکتا تھا۔ یہ موقع یا کر غمازون نے سلطان محمود کے سامنے چٹلی گھائی اور محمود کو یہ سکھایا کہ کہ بوجہ بڑا سخت متعصب شیعہ اور اوس مذہب کی اشاعت کا شاعی ہے شیخ کی جان کا دشمن بنا دیا۔ چونکہ سلطان محمود بھی مذہب سنت و جماعت کا بڑا حامی تھا اوسکو ایک ایسے فاضل اور عظیم شخص کا مذہب شیعہ کا مؤید ہونا خلاف مصلحت معلوم ہوا اوسنے خوارزم شاہ کو ابوالفضل حسن بن میکال کی زیارتی کھلا بھیجا ”ہم سنتے ہیں کہ تمہارے بیان بڑے بڑے صاحب کمال ہیں ہمارا ارادہ ہے کہ ہم بھی اونکی صحبت سے لطف اور ٹھاپیں اسلئے آپ اپنے بیان کے منتخب لوگوں کو ہمارے در دولت پر حاضر کریں“

اس سے سلطان محمود کا مقصد یہ تھا کہ جب خوارزم شاہ شیخ کو میرے پاس بھیجے گا تو میں اوسکو قتل کر ادونگا عرض کہ خوارزم شاہ سلطان محمود کے پیغام سے اوسکا جو مقصد تھا سمجھ گیا اور اوسنے ابوریحان اور شیخ الرئیس کو یہ سکھایا کہ جب حسن بن میکال اگر سلطان کا پیغام بھونچے تو تم اوسوقت برسر دربار اوسکے پاس جاتے سے انکار کر دینا تو میں محمود عزیزی کے جانے پر بظاہر مجبور بھی کرونگا لیکن تم ہرگز قبول نہ کرنا اور پھر مجھکو عذر کرنے کے لئے ایک کافی وجہ ہو جائے گی۔

جون ہی کہ شیخ اس واقعہ سے آگاہ ہوا وہ سفر کرنے پر آمادہ ہو گیا اور نکل کھڑا ہوا لیکن ابوریحان اور ابن الحمار نے عزیزی کے جاتے میں اپنی رضا مندی ظاہر کی۔

عزیز کہ جب حسن بن میکال خوارزم شاہ کے پاس سے بے خبر ہوا واپس ہوا اور سلطان محمود سے حضور کی جان کی وجہ کہ سلطان محمود

اوسکے قتل پر بالکل نادہ ہو گیا تھا اور جسے یہ خبر ہو گئی کہ شیخ کی متعدد
تصویریں چھوڑ کر اس کے سراغ سے اوسکو گرفتار کیا جائے۔ چنانچہ اوسنے
ابو نصر منصور سے جو فن تصویر کشی میں بڑا استاد تھا شیخ کی متعدد تصویریں
چھوڑائیں اور اونکو جاسوسوں کے حوالہ کر کے یہ حکم دیا کہ اس علیہ کا یہ
آدمی جہان کین لے فوراً اوسکو بلاتامل پکڑو اور اوسکو ہمارے
دربار میں حاضر کرو۔

جب تصویریں کھینچی جا کر جاسوسوں کے حوالہ ہوئیں تو وہ شیخ کے
سراغ میں متعدد اسماءت میں روانہ ہوئے۔ بوعلی بھی قسمت کا مارا
اپنی جان چھپائے کوہ و صحرائیں بازو مارا پھرتا تھا وہ ایک مقام سے
جر جان اور زرے کو مع اپنے ہمراہیوں کے چلا جا رہا تھا۔ ابوسل مسیحی
راستے ہی میں شدت تشکی سے مر گیا۔ شیخ بھی چھپتا چھپاتا مقام انبوردین
پہونچا گو وہ سخت بیمار اور پریشان حال تھا یہاں سے لنسار کو رجوع علاقہ
خواسان کا ایک مشہور شہر ہے (روانہ ہوا اور پھر وہاں سے نکل کر نیشاپور
پہونچا۔ اور چند روز تک یہاں مقیم رہا۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ اپنے مقام اقامت سے باہر نکلا ہوا تھا
کہ چند آدمی دہلی آواز سے باتیں کر رہے تھے شیخ نے انجان طور پر سنا تو
اوسکو اپنا نام سنائی دیا اور جب غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ لوگ شیخ
راوسکے کے فرار ہو جانے اور سلطان محمود کے حکم کا تذکرہ کر رہے تھے
اس سے اوسکو سخت تردد ہوا اور اسی میں اپنا امن کو کیا کہ جہان تک
جلد ہو سکے یہاں سے بھاگ جائے پس وہ فوراً جر جان کو روانہ ہو گیا
یہ سلطان قابوس کا زمانہ تھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ بادشاہ خود بھی عالم تھا اور علم دوست
بھی تھا۔ اوسکو ہمیشہ عالموں۔ فاضلوں۔ اور حکیموں کی تلاکش رمتی
تھی اور وہ ایسا خوش خلق اور کمزور شخص تھا کہ ہر شخص اوسکا مدد کرتا
اور اوسکی عام نیکی عبادت کا تذکرہ زمانہ زوق عام تھا۔ اس بات کے

معلوم ہونے سے شیخ کسقدر مطمئن ہوا اور چونکہ وہ مجلس ہو رہا تھا اول
نے پیشہ طبابت اختیار کیا اور چونکہ خاص اس فن میں وہ بڑا تجربہ کار اور
ماہر تھا توڑے ہی عرصے میں وہ مشہور ہو گیا اور مریضوں کے جو جمع
ہو سکے طب میں آنے اور بفضل خدا اسکے علاج سے سخت امراض
سے شفا یاب ہوتے تھے۔

شیخ بھی مجالس کی فیس سے کسقدر آسودہ حال ہو گیا۔
اس اثناء میں قابوس کا بہانہ بیمار ہوا اور روز بروز اوسکا
مرض بڑھتا جاتا رہا اور عرصے تک وہ بستر مرض پر ضعیف و ناتوان
پڑا رہا اوسکے سرہانے طبیوں کا ہجوم رہتا تھا۔ مگر کسکے علاج سے
اوسکا مرض زائل نہیں ہوتا تھا بلکہ قے کھٹتے اور مضمحل ہوتے جاتے تھے
نہ کسی دعا سے فائدہ ہوتا تھا اور نہ دوا سے۔

اس واقعہ سے قابوس سخت پریشان اور غمگین تھا۔ ایک روز
اوسکے درباریوں میں سے کسینے یہ ذکر کیا کہ آپ محل ہمارے شہر میں
ایک نوجوان حکیم نووارد ہے وہ امراض کی خوب تشخیص کرتا ہے بلکہ اوسکے
بعض بعض معالجہ اعجاز کا نمونہ ہیں۔ یہ سنکر قابوس نے حکم دیا کہ جہاں
جلد ہو سکے اوسکو ہمارے حضور میں حاضر کرو۔

لوگ شیخ کے پاس دوڑے آئے اور اوسکو یہ مراد سنایا
کہ سلطان نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ یہ سنکر وہ اوسکے ساتھ ہوا اور
قابوس سے مرض کے دیکھنے کی درخواست کی سلطان نے اجازت دی
تو جب مریض کے سرہانے پہنچا اور دیکھا کہ ایک خوب صورت
نوجوان جسکی عمر میں برس سے بھی کم تھی اور جسکے رخساروں پر سنہرا
خبر رنگ نہیں تھا بستر مرض پر پڑا ہوا ہے شیخ اوسکے پاس گیا اور
اوسکے تیار داروں سے سب کیفیت دریافت کی اُن سب حالات سے
سننے اور خود مرین کی صورت حال کے دیکھنے سے اوسکو معلوم ہوا
کہ یہ مرض جذبات نفسانی کا نتیجہ ہے

پھر اس شخص کے بعد اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسے آدمی کو
 ملا جو اس شہر کے سب محلوں اور مقامات سے واقف ہو۔ فوراً اس کے
 حکم کی تعمیل کی گئی۔ اور ایک شخص لایا گیا۔ شیخ نے مجلس سے سب لوگوں کو
 اٹھوا دیا اور مریض کی بنض پر ہاتھ رکھ کر اس شخص سے کہا کہ تم سب محلوں
 کے نام گنوجب وہ ایک ایک محلہ کا نام گنا لیا تو ایک محلہ کے نام لینے سے
 مریض کی بنض میں کچھ عجیب حرکتیں محسوس ہوئیں۔ پھر شیخ نے اسکو روک دیا
 اور کہا کہ تم اب اس محلہ کے ہر ایک صاحب خانہ کا نام لو اور جب اس نے
 اس محلہ کے ہر ایک صاحب خانہ کا نام بیان کیا تو ایک کے نام لینے پر
 بنض میں اور بھی عجیب حرکتیں پائی گئیں۔ شیخ نے کہا اب ایک ایسے آدمی
 کی ضرورت ہے جو اس گھر کے ہر ایک شخص کے نام سے واقف ہو۔
 تلاش کرنے سے وہ شخص بھی آیا جو اس گھر کے سب لوگوں کے نام سے
 واقف تھا شیخ نے مریض کی بنض پر ہاتھ رکھ کر اس سے کہا کہ تم اس
 گھر کے سب لوگوں کے نام گنو۔ ایک عورت کے نام لینے سے اسکی
 بنض میں بہت ہی عجیب و غریب حرکتیں محسوس ہوئیں جگہ بیل حرکتوں
 سے بہت کچھ مناسب نہین تھی
 اسکے بعد شیخ نے قابوس سے کہا کہ یہ نوجوان فلاں فلاں کی پرہنگا
 گھر فلاں محلہ اور فلاں گلی میں ہے عاشق ہے۔ درد فراق سے ہنگا
 یہ حال ہو رہا ہے۔ اسکا علاج بجز دیدار اور وصال محبوب کے اور
 کوئی نہیں ہے۔ گو مریض کے افعال و حرکات سے بھی یہی بات پائی
 جاتی ہے لیکن کسی نے اسکا خیال تک بھی نہیں کیا۔ پھر قابوس نے
 دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ شیخ نے جو بات بتائی ہے وہ سچ ہے
 قابوس کو سخت تعجب ہوا اور بیمار کے دیکھنے سے بھی اسکو وہی
 معلوم ہوا لیکن قابوس نے شیخ سے اسکا نام و نشان پوچھا اور قصود
 کے ملائے سے بھی معلوم ہوا کہ یہی بوعلی ہے تو اس نے اسکو گھر سے
 لکایا اور اپنی مسند پر لایا۔

پھر قابوس نے اس سے پوچھا کہ میں نے اسے عرض کر دیا ہے کہ
 بھلا تم کو اسکو مرض عشق ہے اور اسکی محبوبہ کا پتہ کون سا ہے کہ اسکو معلوم کر لیا
 شیخ نے کہا جب میں نے اسکو دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ اسکو سبب
 میں کوئی بدنی مرض نہیں ہوا ہے بلکہ خود کرنے سے معلوم ہوا اسکو
 جذبات نفسانی کا مرض ہے۔ اور جب میں نے یہ دیکھا کہ وہ اپنے
 عشق کو بہت چھپاتا ہے اور اپنے راز کا ظاہر ہونا پسند نہیں کرتا ہے
 تو میں نے بھی اسکو ظاہر کرنے پر مجبور کرنا مناسب نہیں خیال کیا۔
 اس سے قابوس نہایت خوش ہوا اور شیخ کی وقعت اس کے
 دل میں اسقدر بچھڑ گئی کہ وہ اس کے فضل و ہنر کا گرویدہ اور فریفتہ
 ہو گیا اور اسکو شاہانہ خلعتوں اور عطیات سے مالا مال کر دیا۔
 اس کے بعد قابوس نے شیخ کے مشورے سے اس کو لڑکی کے
 ساتھ اسکا نکاح کر دیا اور پھر اسکا مرض بالکلیہ جاتا رہا
 پھر قابوس نے شیخ کو اپنے پاس نہایت خاطر و مدارات سے
 رکھ لیا اور سلطان محمود سے اس کے عفو حرام کی نسبت اسقدر
 شفا رسیدین کیں کہ آخر کار سلطان محمود کے دل سے وہ کینہ جو کہ وہ
 شیخ کی نسبت رکھتا تھا بالکلیہ زائل ہو گیا۔
 غرض کہ کچھ مدت تک شیخ نہایت عزت و احترام کے ساتھ قابوس
 کی صحبت میں رہا اتفاقاً اس زمانے میں قابوس سے رعیت اٹھی
 ہو گئی اور ایسا عذر ہوا کہ اسکی وجہ سے نہ صرف سلطنت میں زوال
 آیا بلکہ اسکی سلطنت تباہ و برباد ہو گئی اور آخر کار قابوس بسطام کے
 ایک قلعہ میں جو خناشک کے نام سے مشہور ہے قید کر دیا گیا اور
 تھوڑے دنوں میں وہ قتل کر دیا گیا۔

چونکہ اب شیخ کا کوئی سرپرست نہیں رہا تھا اسلئے اسکو وہاں
 نظر نہ آیا اور وہ جرجان سے نکل کر ہستان کا راستہ لیا اور ایک
 مدت تک وہ یہاں مقیم رہا۔ اسی زمانے میں اس نے اس مقام میں

چند کتابیں تصنیف کیں پھر وہ بیان بیار بھی ہوا اور وہ اسی حالت
میں دوبارہ جرجان کو گیا اور اس وقت وہ بیت مجلس ہو گیا تھا اور
اوسکی حالت بیت روی ہو گئی تھی اور اوسنے اپنی اس حالت کے
اظہار میں ایک قصیدہ بھی لکھا ہے جس سے اوسکی حالت کا صحیح
اندازہ ہو سکتا ہے اوس قصیدہ میں ایک یہ بھی بیت ہے
لما عظمت فلیس مصر واسعہ لما غلا بمنعہ صدمۃ المشری

ترجمہ
جب میری قدر و منزلت بڑھی تو اوسکے رہنے کے لئے کسی
شہر کی وسعت کافی نہیں ہو سکتی تھی اور جب میری قیمت گراں
ہو گئی تو میں نے خریدار کو معفو دیا۔

اسی زمانے میں ابو عبید اللہ جرجانی کو سب کا نام عبد الوہاب علم
فلسفہ کی تفصیل کا شوق ہوا اور وہ شیخ کی صحبت میں اوسکے مرتے دم تک
رہا چنانچہ اکثر مورخین نے شیخ کے حالات کو اوسکی روایات سے لکھا کہ
اور اوسکے سوا اور روایتوں کو قریب قریب غیر مستند خیال کیا ہے
ابو عبد اللہ سے روایت کی گئی ہے کہ ابو محمد شیرازی کو جو
جرجان میں تفصیل فلسفہ کا شوق ہوا اور اوسنے شیخ سے درخواست کی
کہ آپ اپنے فضل و کمال سے ہمکو مستفیض فرمائے۔ پھر ابو محمد شیرازی
نے شیخ کے لئے اپنے پڑوس میں ایک مکان خریدا جب شیخ اوس
مکان میں رہنے لگا تو وہ ہر روز صبح سے شام تک شیخ کی صحبت میں رہا
کرتا تھا اور اسی زمانے میں اوسنے شیخ سے منطق اور مجسطی پڑھی
ابو عبید اللہ بھی ہر کتاب میں اوسکا شریک رہتا تھا۔

چونکہ اس اثنا میں شیخ ایک مدت دراز تک فتنہ و فساد سے محفوظ
رہا تا اوسے تصنیف و تالیف کے سلسلے کو پھر شروع کیا اور کتاب اوسط
اور کتاب مبدا و معاد تصنیف کی اور جو کتابیں ناقص رہ گئیں تھیں
انہیں کتاب اوسط میں شامل کر دیئے اور وہی کتابیں بھی جرجان میں تھیں

او کی پیل سچی کی ایک مدت سے شیخ کو جرجان میں رہنے کا اتفاق ہوا جو اوسکا دل
 برخاستہ ہو گیا اس سبب سے وہ ملک سے کوڑا نہ ہوا۔
 یہ زمانہ مجد الدولہ اور اوسکی ماں ملکہ کا تھا جو مکہ وہ دونوں شیخ
 کے حال سے بخوبی واقف تھے اسلئے اونہوں نے شیخ کی بہت
 خاطر کی اور اوسکو نہایت تعظیم و توقیر سے اپنے بیان رکھا۔
 اتفاقاً اوس زمانہ میں مجد الدولہ کو مایہ نولیا کا مرض ہو گیا ملکہ نے
 شیخ کو مجد الدولہ کے علاج کرنے کے لئے کہا اور جب شیخ نے علاج
 کیا تو وہ مجد الدولہ بہت جلد تندرست ہو گیا اور ملکہ بہت خوش ہوئی
 اور اوسکو صلوات اور عطیات سے بھی خوش کیا۔
 شیخ نے انہیں ایام میں کتاب معاد کو مجد الدولہ کے نام سے
 معنون کیا اور اس زمانہ میں یہ بھی سنا گیا کہ سلطان محمود تغیرے کے
 ارادے سے نکل چکا ہے اور بہت قریب میں وہ یہاں پہنچنے والا ہے
 اس خبر کے سننے سے شیخ کو بہت تردد ہوا اور وہ رے سے نکل کر قزوین
 چلا گیا اور قزوین سے ہمدان کو روانہ ہوا۔ یہ زمانہ شمس الدولہ ابن
 نخر الدولہ کی حاکمانی کا تھا۔ شیخ کدبانویہ کے پاس اور تراجو شمس الدولہ
 کے ایک امیرون میں سے تھا۔ اور کچھ دنوں تک وہ اس کے یہاں بطور
 ناظر کے رہا۔ اتفاقاً اوس زمانہ میں شمس الدولہ مرض قولنج میں گرفتار ہوا
 جب شیخ کے مطب کا حال اوسکے گوش زد ہوا تو اسنے اوسکو اپنے علاج
 کے لئے طلب کیا۔ شیخ نے حقنہ اور شیاہ وغیرہ اعمال طب سے اوسکا
 علاج کیا اور وہ کچھ عرصے میں چنگا ہو گیا۔ اور اسوجہ سے شمس الدولہ
 اوسکو بہت چاہنے لگا اور اوسکو اپنا مصاحب خاص بنایا۔
 اس اثنا میں شمس الدولہ نے کرمان شاہان و جرجان کے ملک پر
 چڑائی کی جو کہ اوس ملک کا حاکم تھا۔ اوس سفر میں شیخ بھی اوسکے ہمراہ تھا
 جب دونوں فوجیں ملین اور جنگ ہوئی تو شمس الدولہ کو فتح نصیب ہوئی

ہوئی اور اسوجہ سے وہ بھدان کو واپس روانہ ہوا اور اسے شیخ سے واپس
 کی کہ وہ وزارت قبول کرے۔ شیخ نے وزارت قبول کی اور اس خوبی سے
 عہدہ وزارت کو چلا گیا کہ لوگ کہہ ان ہو گئے۔

اس زمانے میں حسن الملک کا خزانہ روپے سے خالی ہو گیا تھا اور
 اہل فوج اور اور نوکرانہ اور وظیفہ خواروں اور انعامداروں اور منصب
 داروں کا تقاضا ہو رہا تھا عام لوگوں نے خیال کیا کہ شیخ ہی نے غبن کی
 ہے اور ایسا کھیر لیا ہے۔ چنانچہ بعض عاصدون نے اہل فوج کو یہ
 ترغیب دی کہ تم شیخ کے مکان میں کچھ روپیہ اور انعام داروں اور
 بادشاہ سے عرض کرو کہ تمام خزانہ شیخ نے چرایا ہے اسوقت ہم بھی
 تمہاری تائید کریں گے اور اسکا ثبوت بھی بھونچائے میں تمہاری مدد کرنے
 اس سازش کے بموجب لوگوں سے یہ کارروائی کی اور پھر
 شیخ کو بادشاہ کے پاس بلوائے گئے اور بادشاہ کو اس کے جرم کا ثبوت
 دیکر اس کے قتل پر آمادہ کرنا چاہا لیکن شمس الدولہ نے اس کے کئے پر
 اصلاً التفات نہیں کیا بلکہ اس نے اس فتنے کے فرو کرنے کے لیے یہ
 پوٹیکل چال اختیار کی کہ شیخ کو چند روز کے لئے عہدہ وزارت سے
 معزول کر دیا اور اسکی جگہ پر ابوسعید اور خداک کو عہدہ وزارت سے
 سرفراز کیا اور اسوجہ سے شیخ معزول ہو کر چالیس روز تک خانہ نشین
 رہا تھا کہ قہر شمس الدولہ کا مرض قوی ہو گیا۔ تو اس نے شیخ کو بری منت
 سماعت سے بلوایا اور جب وہ آیا تو اس سے بہت معذرت کی اور کہا
 کہ یہ صرف ایک پوٹیکل چال تھی جو میں نے تمکو عہدہ وزارت سے معزول
 کر دیا کیونکہ بغیر اس کے یہ فتنہ فرو ہونے والا نہیں تھا پھر شیخ اسکا
 علاج کرنے لگا اور جب وہ اچھا ہو گیا تو شیخ کو پھر اس عہدہ وزارت
 سے سرفراز کیا۔

اس زمانہ میں ابو عبید اللہ نے جو شیخ کا شاگرد رشید تھا شیخ سے
 اس خط کو میرزا بادشاہ نے اسی میں جو میں نے دربار میں کالج مطلق کے

و درخواست کی کہ وہ ارسطو کی کتابوں کی شرح لکھے چونکہ صحیح لوحہ و وزارت کے کاموں سے مطلق فرصت نہیں تھی اس لئے اس درخواست کو منظور نہیں کر سکا۔ لیکن اس سے ابو عبید اللہ کا اصرار اور بڑھا۔ اس پر شیخ نے کہا کہ اب جھکو زیادہ فرصت نہیں ہے البتہ ایسی کتاب لکھ سکتا ہوں جو اعتراضات اور طویل و طویل مباحثات سے خالی ہوگی۔ ابو عبید اللہ نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پس شیخ نے علم طبعیات کو لکھا اور اس کو اپنی کتاب شفا میں شامل کر دیا۔ اور اسی زمانہ میں کتب خمسہ قانون کی بھی ایک کتاب رحصد تصنیف کیا۔

شب کے وقت جب کہ وہ کاموں سے فراغت پاتا تو اس وقت طالب علموں کا ایک جلسہ قائم کرتا اور ان کے رویہ و لکچر دیکھ کر تاجس وہ مستفید ہوتے۔

ابو عبید اللہ کا بیان ہے کہ شیخ کے سب شاگردوں سے پہلے میں نے کتاب شفا اس سے پڑھی ہے اور دوسروں نے میرے بعد اس کو پڑھا ہے پھر ایک مدت تک یہ صحبت رہی۔

اتفاقاً اس زمانہ میں شمس الدولہ کو حاکم خیال سے جبکہ وہ خود سری اور سرکشی کرنے لگا تھا فوج کشی کرنی پڑی اور اس نے شیخ کو بھی اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا لیکن شیخ نے ساتھ جانے سے انکار کیا اور استغفا دیکر خود ہمدان میں مقیم رہا۔ جب شمس الدولہ روانہ ہوا تو اثناء راہ میں اس کو مرض قولنج پھر ہو گیا۔ چونکہ مسافرت میں اسباب علاج آسانی سے میسر نہیں آ سکتے تھے مرض بڑھنے لگا اس کے مصاحبوں نے یہی مناسب جانتا کہ اس کو وطن پہنچایا جائے۔ پس وہ اس کو ایک محفوظ اور آرام کی سوار میں بٹھا کر ہمدان کو لے چلے۔ ابھی وہ ہمدان کو نہیں پہنچے پائے تھے کہ شمس الدولہ نے انتقال کیا۔

اس کے مرنے کے بعد اتفاق اراکین سلطنت کے ہکا بیٹا تاج الدولہ سربراہی سلطنت ہوا اور اس کے ماتر پر ہیبت کی گئی پھر امیرون نے شیخ کو

ہوا کہ اسکو عہد و عہد کے قبول کرنے پر مجبور کیا لیکن چونکہ شیخ کو شہر
 ہی کے زمانے میں جو کہ اسکا سرپرست اور مامی تھا سخت مدد سے پہونچے
 تھے اسلئے اسنے عہد و وزارت کے قبول کرنے سے انکار کیا مگر اندیشے
 سے وہ ابوطالب عطار کے گھر میں پناہ گزین ہوا جو کہ اسکا شاگرد تھا۔
 بیان سے اسنے علاء الدولہ کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ مجھکو
 حضور کے پاس آنے کا بے حد شوق ہے اگر حضور طلب فرمائیں تو میں نہایت
 خوشی سے در و دولت پر حاضر ہوتا ہوں، اور اسنے اس خط کو خفیہ طور پر
 علاء الدولہ کے پاس بھیجا۔

چونکہ یہ زمانہ شیخ کی فرصت کا تھا اور ابو عبید اللہ جو اسکے ساتھ
 مثل سایہ کے رات دن لپٹا رہتا تھا وہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا
 تھا اور شیخ کو ایسے موقعوں بقیصیف و تالیف کے سلسلے کے شروع کرنے
 میں ترغیب دیتا رہتا تھا۔ اس دفعہ بھی اسنے شیخ کو اس بات پر آمادہ کیا
 کہ وہ شفا اور قانون کی تکمیل کرے۔ شیخ نے اسکی درخواست کو منظور کیا
 اور ابوغالب سے لکھنے کا سامان طلب کیا پھر جب لکھنے کا سامان فراہم کر دیا
 گیا تو وہ علم حکمت کو جو کتاب شفا میں نہیں لکھے گئے تھے لکھ کر اسمیں داخل
 کر دیا۔ اور جو علم اور جو مسئلہ کہ جس مقام پر ہونا چاہئے تھا اسکو اسی جگہ
 قلمبند کرنا لگیا اور جب وہ طبعیات اور الہیات کے سودہ اور مبہضہ سے
 خارج ہوا تو اسنے اسمیں علم منطق کا بھی ایک حصہ لکھ کر شامل کر دیا اور کہا
 جاتا ہے کہ وہ ہر روز کئی ورق لکھتا تھا۔

روایت کی گئی ہے کہ تاج الملک جو شمس الدولہ کے زمانے میں ایک
 نامور امیر تھا جب حکام بٹیا تاج الدولہ حاکم مقرر ہوا تو تاج الملک اسکا
 وزیر ہوا اور چونکہ تاج الملک شیخ کا جانی دشمن تھا اسنے تاج الدولہ
 کو شیخ سے بدظن کر دیا اور یہ بھی کہا کہ شیخ علاء الدولہ کا کوہ سے جو آپکے
 پدر بزرگوار کا تخت مخالف رہا ہے اس سے رسل و رسائل کا طرہ بہ طرہ
 ہماری رکھتا ہے۔ آخر تاج الملک کی بات چل گئی اور اسنے حکم دیا کہ شیخکو

کر تیار کر کے قید کر دیں۔ تاج الملک نے حکم ماسل کر کے شیخ کی گاڑی میں بیٹھا
 روانہ کئے اور انہوں نے قید لگایا کہ شیخ ابو غالب عطار کے مکان میں پناہ گزین
 ہے پس فوراً انہوں نے ابو غالب عطار کے گھر کو محصور کر لیا اور شیخ کو گرفتار
 کر کے قلعہ بردان میں جو بغداد سے سات فرسخ کے بعد مسافت پر واقع ہے
 لیجا کر قید کر دیا۔

شیخ زمانہ جس کو فرصت اور غنیمت جان کر شفا کے بعض اجزاء کی تکمیل جو غیر
 مکمل کی تھی مکمل کی اور کتاب ہدایہ اور رسالہ جی بن یقطان کو بھی اسی زمانہ
 جس میں لکھا اور ایک قصیدہ بھی لکھا جس میں ایک بیت یہ بھی ہے ۵
 د خولے فی الیقین کما مراد وکل الشک فی امر الحروہ

ترجمہ

یعنی اس مکان میں حیرت داخل ہونا یقینی امر ہے جیسا کہ مشاہدہ کیا جا رہا ہے اور یہاں
 سے نکلنے کے خیال میں محض شک ہی شک ہے۔

اس اثنا میں علاء الدولہ تاج الدولہ کی تیغ اور فتح ہمدان کے ارادے
 سے آیا چونکہ تاج الدولہ کو اس سے مقابلہ کرنے کی نہ طاقت تھی اور نہ جرات تھی
 اسلئے وہ ہمالیہ کر اُس قلعہ میں پناہ گزین ہوا جہاں شیخ مجوس تھا۔ اور علاء الدولہ
 بغیر کسی جنگ اور روک کے سید ہمدان میں داخل ہو گیا لیکن اُسے تاج الدولہ
 کا قصور معاف کر کے اُسکا ملک چھوڑ دیا اور خود صحنہاں چلا گیا۔

علاء الدولہ کے جانے کے بعد تاج الملک وزیر نے شیخ سے اپنے
 عفو و جرم کی معذرت چاہی اور اُس سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کے پاس رہے
 شیخ نے منظور کیا اور تاج الدولہ اور تاج الملک کی مصاحبت سے ہمدان کو آیا اور

۱۵ یہ جو کہا جاتا ہے کہ شیخ نے پوری کتاب شفا زمانہ جس میں لکھی محض غلط ہے لیکن تاریخ سے
 مراد اثنا ثابت ہوتا ہے کہ اُسے اس زمانہ جس میں اس کے بعض اجزاء لکھے ہیں ایسی حالت
 میں اُسکا اتنا لکنا بھی اُسکی قابلیت اور تقریر کے لئے کچھ کم نہیں ہے۔ ترجمہ !!

۱۶ سہ سو کتاب سے بجائے "بالیقین" کے "فی یقین" لکھا گیا ہے لیکن یہ کوئی قابل
 التفات غلطی نہیں ہے۔ ترجمہ۔

یہاں ایک طلوی سید کے گھر میں جو اس کا دوست تھا اور وہ ایک عظیم الشان
طلوی کے گھر میں رہتا تھا شفا دے اور اجزا کو جو نامکمل تھے پورا کیا اور ایک
سالہ ادویہ قلبیہ کا بھی اسی زمانہ میں لکھا۔

رعایت کی جاتی ہے کہ شمس الدولہ کی وفات کے بعد دو سال تک شیخ
فانہ نشین رہا اور اُس مدت میں وہ تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف رہا۔
چونکہ شیخ مدت سے ایک ہی جگہ رہنے سے اوتگتا گیا تھا اس نے سفر کرنا
مناسب خیال کیا۔ پس اس نے صوفیوں کا لباس پہن کر اور اپنے چھوٹے بھائی
محمود اور ابو عبد اللہ اور ایک دوزخرت گارون کو ساتھ لیا اور صفیان کو چل
کھڑا ہوا اور سفر کرتا ہوا مقام طبرک میں پہنچا جو علاقہ صفیان کا ایک شہر ہے
اور ایک دور روز وہاں رہ کر آرام کیا۔

اس اثناء میں علاؤ الدولہ کو جب اسکے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو اُس نے
اپنے امیرون۔ وزیروں۔ علماء اور فضلا کو اسکے استقبال کے لئے بھیجا
اور شیخ کی سواری کے لئے ایک گھوڑا جو شامی زیور سے سنوارا گیا تھا مع
ایک گراہنہ خلعت کے شیخ کی خدمت میں بھیجا انہوں نے ہٹکا استقبال کیا اور
بڑی ہی تعلیم و توقیر اور جلوس کے ساتھ اُسکو لے آئے۔ اور شیخ کو عبد اللہ
بن ابی کے بیان اور تاراجو ایک مغز اور متمول آدمی تھا اور اسکی ضروریات
اور مایحتاج کی چیزیں ہر وقت مہیا رکھی رہتی تھیں۔

دوسرے دن علاؤ الدولہ نے شیخ کو مدعو کیا پھر اُس نے یہ بھی حکم دیا کہ تمام
عالم اور فقیہ ہر جمعہ کی رات کو ہمارے دربار میں حاضر ہوا کریں اور سب اسے علمی
مناظرہ اور مباحثہ کے اور کوئی بات نہ کریں۔

روایت کی جاتی ہے کہ ہر شب جمعہ کو علماء جب علاؤ الدولہ کی مجلس میں حاضر
ہوتے تو شیخ کسی مسئلے کو پیش کرتا اور چونکہ اسکے سامنے کوئی شخص نہیں
کی نسبت تقریر کرنے جرات نہیں کر سکتا تھا اسلئے وہ خود ہی اس پر جواب
اور تحقیق سے بحث اور گفتگو کرتا کہ سب لوگ ہمہ تن گوش ہو جائے اور جس کیسے
ایک شبہ ہو تا وہ اسکو شیخ سے پوچھ لیتا اور شیخ اسکو اس تحقیق سے حل کر دیتا کہ پھر

اسی زمانے میں ابو حیان جو بڑا ادیب تھا ایک رات کو وہ بھی علاء الدین
 نزدیک بیٹھا ہوا تھا اُس نے علم لغت کے متعلق کچھ بحث چھیڑی شیخ نے علم لغت
 کے متعلق بھی اپنے غرور علم سے کچھ تقریر کی لیکن شیخ یہ ہے کہ شیخ کی یہ تقریر کچھ
 وقعت نہیں تھی کیونکہ شکوہ اب تک اس علم کی طرف توجہ کر نیک خیال نہیں ہوا
 تھا۔ اسپر ابو حیان نے کھائے شک آپ کو علم حکمت اور فلسفہ میں ایسا کمال
 ہے جو دوسرا شخص اگر آپ کے سامنے اسکا دھوئی کرے تو جھوٹا ثابت ہوگا
 وراپ کا قول قابلِ صحت سمجھا جائے گا لیکن یہ علم ایسا نہیں ہے کیونکہ اسکی
 نسبت اگر کوئی بات با وقعت اور قابلِ صحت سمجھی جاتی ہے تو وہ صرف اہل
 زبان کا محاورہ ہے اسلئے اسکی نسبت آپ کا قول کچھ حجت نہیں ہو سکتا۔
 یہ بات شیخ کو بہت ناگوار معلوم ہوئی اب اُس نے اپنی پوری محنت علم لغت
 کی طرف متوجہ کر دی اور کتاب تہذیب اللغت کا مطالعہ شروع کر دیا جو اب منکصور
 از ہری کی تصنیف سے تھی لہذا وہ اس کے اور بھی دوسرے لغت کی کتابوں کو
 دیکھنے لگا اور ایک عرصہ قلیل میں علم لغت میں وہ ملک پیدا کیا کہ اسکے زمانہ کے
 سب ادیب اور اہل لغت اوس کو استاد عصر تسلیم کرنے لگے۔ پھر اس نے
 ایک قصیدہ لکھا جس میں اُس نے اپنی لغت دانی ظاہر کی اور ایک رسالہ بھی
 لکھا جو کئی فصلوں پر مشتمل تھا۔

ایک طریقہ ابن عمید پر

دوسرا ابن عباد کے طریقے پر۔

میسر ابراہیم البواحق صابی کے طریقے پر۔

شیخ نے اپنے اس رسالے کو پرانی قدیم کتابوں میں شامل کر دیا
 اور بادشاہ سے یہ بات کہی کہ آپ اس رسالے کو ابو حیان کے حوالہ دیجئے
 اور اُس سے کہئے کہ یہ ایک پرانا قدیم رسالہ کتب خانے میں سے نکلا ہے
 اور میں اسکے مضامین سے واقف ہونا چاہتا ہوں۔ اور جب اسکا عجز ظاہر
 ہو گیا کتاب اوس وقت دہان دستیاب نہیں ہو سکی اس لئے خراسان سے منگائی گئی۔

ہو جائے تو اس وقت اس کو میری طرف منسوب کیجئے ورنہ اس وقت تک اس
درازا کا پوشیدہ علی رہنا مناسب ہے۔

غرض کہ عادت کے موافق ابو منصور حیان بادشاہ کے پاس آیا باقون
باقون میں بادشاہ نے اس سے کہا کہ یہ چند رسالے نظم و نثر کے کتب خانہ
نکل آئے ہیں میں ان کے مضامین کو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ ابو منصور نے لیکر
اسکو بغور دیکھا لیکن بہت سے مضامین پورے طور پر اسکے سمجھ میں نہیں آ سکے
اس اثنا میں شیخ بھی آپہنچا۔ جن لغات کے معنی ابو منصور سے حل نہیں ہو سکے
تھے شیخ نے انکو سہل طور سے بیان کر دیا۔ اپنے بیان کی صداقت میں اہل زبان
کے محاورات کی اتنی نظریں پیش کیں کہ سب کو حیرت ہو گئی۔ ابو منصور سمجھ گیا کہ یہ
نظم و نثر شیخ علی کی تصنیف ہے پھر اس نے معذرت چاہی اور شیخ علی لغت دانی کا بھی
قائل ہو گیا۔

پھر اسی زمانے میں شیخ نے علم لغت میں ایک کتاب لکھی جس کا نام لسان
العرب رکھا۔ لیکن چونکہ اس کتاب کا بیضہ نہیں ہونے پایا تھا کہ وہ اُسکی
اور پیش تھا کتابوں کے ساتھ تباہ و برباد ہو گئی۔ چنانچہ آگے اس کا حال
مفصل بیان کیا گیا ہے

اور اسی زمانے میں ملا والدولہ نے شیخ کو عہدہ وزارت سے سرفرازا
فرمایا۔ روایت کی جاتی ہے کہ وہ اپنے وزارت کے زمانہ میں ہمیشہ اتفاق
طلوع ہونے سے پیشتر اوشاکر تاجا اور کچھ دیر تک کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا
تھا اسکے بعد مجلس درس میں جا بٹھتا اس وقت اسکے سب شاگرد بھی جمع رہتے
تھے پھر وہ انکے سامنے علوم حکمت کے مضامین پر لکچر دیتا وہ لوگ نہایت
علی ذوق و شوق سے اسکو سنتے اور فائدہ اٹھاتے جو لوگ اسکے مجلس
درس میں حاضر ہوا کرتے تھے اُن میں سے بعض کے یہ نام ہیں۔

کیا رئیس۔ بہمن یار۔ ابو منصور رزید۔ عبد الواحد مرہ جانی
ابو عبد اللہ معصومی۔ سلیمان دمشقی وغیرہم۔
بہمن یار لکھتا ہے کہ اُس زمانے میں ایک شب کا ذکر ہے کہ میں نے عیسٰی حضرت

میں رات صبح کر دی۔ پھر صبح کو مجلس درس میں ہم سب لوگ جمع ہوئے تو شیخ الرئیس درس دینے لگا چونکہ ہم سب کے ہوش و حواس بجا نہ تھے اسلئے کوئی شخص توجہ سے نہیں سنا تھا اور اسلئے فہمید کے آثار اسکے چہرہ سے ظاہر نہیں ہوتے تھے گو شیخ بہت کوشش کرتا تھا اور مسائل کو نہایت فصاحت اور تشریح طور پر بیان کرتا تھا مگر کیسے ہوش بجا نہ تھے جو پورے طور پر سمجھتا۔ آخر وہ میری متوجہ ہوا اور کہا شد تم نے رات کو اپنا گرا نا بہ وقت نمود و لعب میں کاٹا ہے۔ سنئے کیا آپ بہت درست فرماتے ہیں شیخ نہایت برا لکھتہ ہوا اور رنج سے آنکھوں میں آنسو لاکر ایک سرد آہ کھینچی اور کہا افسوس! کہ تم اپنی گرا بنا عموماً اس بے قدری سے گزارتے ہو اور تحصیل علم سے بے بہرہ رہتے ہو تعجب ہے کہ ایک ذلیل پیشے کا آدمی بھی اپنے پیشے میں شان و روزِ محنت کر کے نامور اور صاحب کمال ہو جاتا ہو اور تم حالانکہ اپنے گوشہ نشین سمجھتے ہو اور اہل علم میں اپنے کو شمار کرتے ہو مگر میری رائے میں ایک جاہل سے جاہل آدمی کبھی تم سے بہتر ہے کیونکہ ادا کے فرائض سے بے پروا نہیں رہتا ہے۔ حاصل کلام اون سب کے دلون پر شیخ کی یہ نصیحت اپنا کام کر گئی اور اس روز سے وہ سب اسکی مجلس میں حاضر رہتے اور نماز پنجگانہ بھی اسکے ساتھ ادا کرتے تھے۔

ان مشاغل کے بعد شیخ الرئیس امورِ انتظام سلطنت کی طرف متوجہ ہوتا اور ہر ایک قسم کی اصلاح و انتظام کے متعلق احکام جاری کرتا۔ روایت کی جاتی ہے کہ یہی زمانہ میں جبکہ تلخ الرئیس عمدہ وزارت پر متمکن تھا ایک بڑا امیر مرغن الملوکیا میں مبتلا ہو گیا اور اسکو یہ خیال بندھا کہ وہ ایک گائے ہو گیا ہے پس وہ گائے کی طرح بکارتا تھا اور جو کوئی اسکے نزدیک جاتا وہ اس پر سوار نہ کرتا۔ اور اگر اسکو موقع ملتا تو وہ لوگوں کو زخمی بھی کرتا اور یہ کہتا کہ میں گائے ہو گیا ہوں اور کاٹ کر میرے گوشت کا ہر سیہ بناؤ اور کھاؤ۔ غرض کہ ایک زمانہ تک ایسا ہی حال رہا اور پھر دن بدن مرض بڑھتا چلا۔ اور آخر کار یہ نوبت پہنچی کہ کوئی دوا ہو کوئی غذا ہو اس سے

اسکا من پر مستاحی سے جاننا تھا سب بیہوش تھے اس کے معاملہ سے باخبر اور
 کیا۔ اس کے عزیزوں نے علاؤ الدور سے سب کیفیت بیان کی اور یہ درجہ
 کی کہ آپ مہربانی فرما کر شیخ الرئیس کو اس کے علان کرنے کا حکم دیکھے علاؤ
 نے شیخ کو بلوایا اور اس کے ساتھ کرنے کا حکم دیا۔ شیخ مرخص کے
 مکان پر پہونچا اور اس کے خدمتگاروں اور لونڈیوں سے اس مرض کی
 کیفیت چھپی کہ دریافت کرتی تھی۔ دریافت کی۔ پھر اس نے اس کے متعلقین سے
 کہا کہ تم اسکو یہ اطلاع دو کہ اب ذبح کرنے اور تیرا گوشت کاٹنے کے
 لئے قصاب آتا ہے۔ یہ لکھ کر وہ خود بڑے جلوس کے ساتھ آیا اور اس کے
 ہاتھ میں ایک چھری بھی تھی اس نے کہا وہ گائے کہاں ہے جس کے ذبح کرنے
 کے لئے مجھ کو بلا لئے ہو اس کو پکڑ لاؤ میں اس کو ذبح کر ہوں۔ بیمار نے
 یہ آواز سن کر گائے کی طرح جلا یا اس سے اس کا یہ مطلب تھا کہ میں می گائے
 ہوں۔ شیخ نے کہا اسکو میان صحن میں پکڑ لاؤ اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ
 دو۔ بیمار یہ سن کر خود صحن میں آیا اور لیٹ گیا پس اس کے ہاتھ پاؤں باندھ
 دئے گئے۔ شیخ نے چھری پر چھری کو گھسا اور اس کے پٹے کو تھپکنے لگا غلیے
 کہ قصابوں کی عادت ہے۔ اس کے بعد اس نے کھایا۔ گائے ابھی بہت ذلی ہے
 اور کاٹنے کے قابل نہیں ہے۔ چند روز اس کو گھاس اور داد کھلاؤ۔
 جب یہ خوب موٹی ہو جائے گی تو میں آکر ذبح کروں گا یہ لکھ کر وہ اٹھا اور
 اس متعلقین سے کہا کہ تم اس سے یہ کہو کہ تو جلد کہا کر موٹا ہو جا پھر مجھے
 قصاب آکر ذبح کرے گا۔ یہ سن کر مرخص بہت خوش ہوا کہ اب میں جلد ذبح کیا
 جاؤں گا پس وہ کھانے لگا اس صورت سے اسکو دوا اور غذا دیکھانے
 لگی اور اس تدبیر سے ہر ایک مناسب دوا اسکو دیکھانے لگی اور بفضل خدا
 وہ بہت جلد تندرست ہو گیا۔ شیخ کے اس علاج سے علاؤ والد بہت خوش ہوا
 اور شیخ کی بہت تعریف و توصیف کی۔

تاریخ الحکام میں روایت کی گئی ہے کہ اسی زمانے میں شیخ نے کتاب
 شفا میں اور اجزاء الہیہ کر کے اسکو مکمل کیا اور کتاب منطق اور مجسطی کی

سے بھی تارخ ہوا اور اس سے پہلے کتاب طبع ہوئی اور تارخ طبع ہوا۔
 موسیقی کا اختصار کر دیا تھا اور ہر کتاب میں ریاضی کو پہلی اس میں ضرور سے
 ہوتی تھی لکھتا جاتا تھا اور جسطی میں اور دس شکلیں صہبن اختلاف منظر تھا
 زیادہ کین اور سیطرح جسطی کے آخر میں علم ہست کی بھی چند سائل جو پہلے میں
 میں نہیں تھے اضافہ کئے۔ اور اقلیدس میں چند شبہات اور زیادہ کئے اور انہما
 طبعی میں چند خاص سنہ کا اضافہ کیا اور موسیقی میں چند سائل ایسے بڑے بڑے
 جس سے متقدمین آگاہ نہیں تھے غرض کہ اس طبع سے کتاب شفاء کے
 تمام اجزاء کو بالکل مکمل کر دیا جس میں علم حکمت کے سائل پورے بیان
 کئے گئے ہیں۔ مگر اس وقت تک کتاب نبات و حیوان اس میں شریک نہیں تھی
 گئی تھی اس کتاب کو اس نے اس وقت لکھا جبکہ وہ علاؤ الدولہ کے ساتھ شاہ پور
 کا سفر کر رہا تھا اور جس زمانے میں کہ وہ عمدہ وزارت سے سرفراز اور صفیان
 میں مقیم تھا کتاب نباتات کو جو اسکی پیش جا تصنیف ہے تصنیف کی۔
 روایت کی جاتی ہے کہ جس زمانہ میں علاؤ الدولہ مسعودی کے متبع کی
 غرض سے ہمدان کو روانہ ہوا تھا شیخ بھی اسکے ساتھ تھا۔ ابو عبید اللہ جو پیش
 شیخ کی صحبت میں رہتا تھا اور اس سے علم حاصل کرتا رہتا تھا وہ بیان کرتا
 ہے کہ اس زمانہ میں ایک رات کا ذکر ہے کہ علاؤ الدولہ کی مجلس میں علوم
 نجوم کا کچھ ذکر آیا اور تقویموں میں جو غلطی قدیم رصدوں کے بموجب واقع
 ہوتا تھا اسکا بھی ذکر آیا علاؤ الدولہ نے شیخ الرئیس سے کہا کہ اگر تو کوئی
 رصد خانہ بنا دے گا تو بہت کار آمد اور مفید ہو گا اور اس نے اپنے خراجی
 کو یہ حکم دیدیا کہ وزیر اعظم (شیخ الرئیس) جس قدر روپیہ طلب کرے بلا
 تامل دیدیا کر۔ ابو عبید اللہ لکھتا ہے کہ شیخ نے مجھ کو بلوایا اور اس کا انتظام
 میرے سپرد کیا۔ محض عمل کی سہولت اور باریکیوں کی فصاحت اور تشریح
 کی غرض سے اس نے ایک رسالہ بھی لکھ دیا۔ میں نے بہت جلد ہی سے
 اسکا انتظام کیا اور مختلف قسم کے آلات اور اوزار جمع کئے تاہم اس کے
 علاوہ اس کا ایک شعر ہے اویہا فی غبار ہندو فرخ کی ساخت پر واقع ہے۔

میں نے میں نے سال گذر گئے۔ علاوہ اس کے علاوہ الدولہ کے متواتر سزاور
 شیخ رئیس کے مسائل کی کثرت سے یہ کام انجام کو نہ پہنچ سکا۔ شیخ نے اسی
 زمانے میں کتاب مکتبہ جو علاقہ کے نام سے موسوم ہے تصنیف کی
 ابو عبید اللہ بھی بیان کرتا ہے کہ محکوم دونوں شیخ کی صحبت میں رہو گا
 اتفاق ہوا اور میں شیخ کے طریقہ مطالعہ سے بھی خوب واقف ہوں میں نے دیکھا
 ہے کہ شیخ کبھی کسی کتاب کو ترتیب سے ملاحظہ کیا کرتا تھا بلکہ کسی کتاب
 پر بھی کہ وہ ہر کتاب کے شکل مقامات کو دیکھتا تھا جس سے وہ مصنف کتاب
 کی شان کو جان لیتا۔

بھی روایت کی جاتی ہے کہ جب شیخ نے کتاب مختصر اصغر کو جو منطق میں ہے
 تصنیف کیا اور وہ شیراز کے عالموں کے مطالعہ میں آئی تو انہوں نے اوپر
 چند اعتراضات لکھے اور ان اعتراضات کو ایک رسالے کی صورت میں جمع
 کر کے مع ایک خط کے ابو القاسم کرمانی کے پاس جو ابراہیم ابن بایار دیلمی کا
 دوست تھا بھیجے۔

ابو القاسم نے ان اجزاء کو شیخ کے حوالہ کیا۔ شیخ ابو القاسم سے بائین
 کرنا پڑا اسکو دیکھتا جاتا تھا اور غماز عشاق ہی صحبت رہی بعد نماز عشاء کے
 اُس نے اُن اعتراضات کے جوابات لکھنے شروع کئے یہ موسم گرمیوں کا تھا
 اور رات بھی چھوٹی ہوتی تھی نصف شب گزری تھی کہ اس نے اُن سب اعتراضات
 کے جوابات لکھ دئے۔ ابو القاسم کہتا ہے کہ میں جبکہ جب شیخ کے پاس
 آیا تو وہ جاننا نہ پڑھا ہوا تھا اُس نے مسئلے کے سچے سے وہ جوابات نکال کر
 میرے حوالہ کئے اور یہ کہا کہ میں نے جس جلدی سے یہ جوابات دئے ہیں اسکی
 کیفیت بھی ایک خط میں لکھ کر علماء شیراز کے پاس بھیج دے۔ جب ابو القاسم
 کا خط اور شیخ کے جوابات ان کے پاس پہنچے تو وہ سب حیرت میں رہ گئے
 اور انہوں نے اپنی خطا کا اعتراف کیا۔

روایت کی جاتی ہے کہ جس زمانے میں شیخ مصنفان میں وزیر تھا علاوہ
 نے ایک کمرہ جو زود جو اس سے متصل و صریح شام ایک حجرے کے جو زود جو

اور دلال اجار سے مرصع مختار فرمایا جو کہ شیخ نے اس چیز کو اپنی حالت
 کے مناسب پایا تو اُس نے اپنے ایک غلام کو دیکر بند اور مخبر دیدیا۔
 چند روز کے بعد علاؤ الدولہ نے اُس کمر بند اور مخبر کو شیخ کے غلام کے کمر بند
 بند باندھ دیا اور غلام سے اس کا سبب پوچھا تو اُس نے بیان کیا کہ شیخ نے
 مجھ کو مرحمت کیا ہے۔ علاؤ الدولہ نہایت برا نیچوئے ہوا اور غلام کو سرزنش
 کی اس لئے کہ علاؤ الدولہ اُس کمر بند کو اپنے لائق سمجھتا تھا اس وجہ سے وہ شیخ
 کے قتل کرنے پر آمادہ ہو گیا کیونکہ اس نے شاہی عطیہ کی کچھ قدر نہیں کی۔
 اہل دربار میں سے ایک شخص نے جو شیخ کا بڑا دوست تھا شیخ کو اس واقع
 اطلاع دی۔ پس شیخ سیاست سلطانی کے خوف سے بھیس بدل کر مہمانان
 سے ملک رسے کو حل نکلا۔ جب شیخ رسے میں پہنچا اور چونکہ عجم کا تھا بازار
 میں روٹی خریدنے کے لئے نکلا تو ایک دوکان پر لوگوں کا ہجوم تھا دیکھنے
 اور دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک نوجوان بیارون کو دوا دیتا ہے
 اور یہ عجم مریضوں کا ہے۔ شیخ اس دوکان کے قریب پہنچا اور اس طبیب
 جوان کے اقوال و اعمال کو دیکھنے لگا اس اشار میں ایک بڑھیا فار سے
 کی کشیشی ہاتھ میں لئے ہوئے چوچی اُس نے فار در سے کی کشیشی دیکھتی سی
 بلاتال یہ کہدیا کہ میں مریض کا یہ قارورہ سے وہ عجم دی ہے اس کے بعد کہہ
 کہ آج مریض نے چھا جمی سے عورت نے کہا، ہاں، پھر اُس نے کہا کہ
 اہل مریض کی خواہگاہ پست بلکہ میں ہے۔ عورت نے کہا، ہاں، جب
 اس طبیب جوان کی نظر شیخ پر پڑی تو اُس نے شیخ کو اپنے نزدیک بلوایا اور
 اپنے بازو میں بٹھایا۔ علاج معالجہ سے فارغ ہونے کے بعد اس نوجوان
 نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تو شیخ الرئیس ہے اور علاؤ الدولہ کے خوف سے
 بھاگ کر بیان آیا ہے، اس کلام کے سننے سے شیخ کو اور زیادہ تعجب ہوا۔ پھر اپنے
 شیخ سے اس بات کی درخواست کی کہ وہ اس کی مہمانی قبول کرے۔ شیخ نے
 اس کی دعوت قبول کی اور اس کے گھر کو گیا۔ دعوت کے تکلفات و سرکاری
 کی شرطوں کے ختم ہونے کے بعد ایک روز شیخ نے اُس سے اُس کے

و انہم کی خبر دریافت کی اور کہا کہ تو نے کس طرح جانا کہ وہ کارورہ یہودی
 کا تھا اور اپنے چھاچھ پی ہے اور اس کی خواہ گاہ مقام پست میں واقع ہے
 نوجوان نے کہا اپنے اسوجہ سے ان امور ات جان لیا کہ حب اس عورت
 نے اپنے پیرا بن سے ہاتھ باہر نکالا تو میں نے دیکھا کہ اسکا پیرا بن نہایت
 قیمتی ہے مگر اسکے ساتھ ہی اوپر پیرا بن کے آثار بھی میں نے دیکھے۔ اور
 چھاچھ کی بھی دیکھی اوپر پڑے ہوئے تھے اس سے میں نے جانا کہ وہ
 یہودیہ ہے اور چونکہ اس شہر میں یہودیوں کا حملہ ایک پست مقام میں ہے
 اسوجہ سے میں نے کھدیا کہ اسکی خواہ گاہ مقام پست میں واقع ہے پھر
 شیخ نے یہ پوچھا کہ تو نے مجھکو کس طرح پچانا کہ میں شیخ الرئیس ہوں اور
 علاؤ الدولہ کے خوف سے ہلاک کر آیا ہوں اور سپر نوجوان نے کہا کہ
 میں پہلے ہی سے تیرے فضل و کمال کی کیفیت سن چکا تھا اور جب میں نے
 مجھکو دیکھا تو میرے چھرے سے وہ آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ اس سے
 میں نے خیال کیا کہ ہونہ ہو یہ بو علی ہے اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ علاؤ الدولہ
 کبھی تجھکو اپنے سے جدا نہ کرے گا مگر ایک اتفاقی امر سے وہ تجھپر خفا ہو گیا اور
 یہ خبر زبان زد عام تھی غالباً تو یہوجہ سے وہاں سے بھاگا ہے میں نے
 ان حالات کے جاسنے سے تجھکو پہچان لیا۔

پھر شیخ الرئیس نے اُس نوجوان قلیب سے کہا کہ اب تو مجھ سے کیا
 چاہتا ہے تاکہ میں اسکو قبول کروں اور تا بمقدور تیری آرزو کے پورا
 کرتے میں کوشش کروں۔ اُس نے کہا علاؤ الدولہ تجھ سے کنارہ کش
 نہیں رہے گا اور قریب میں تجھکو بلوائے گا اور تجھکو تیرے عہدہ ساحبہ
 پر مقرر کرے گا۔ میری جیسے صرف یہ درخواست ہے کہ جب تو اپنے عہدہ
 وزارت پر مامور ہو جائے تو میرے کمالات کا ذکر جبکو تو نے تجھکو خود
 دیکھا ہے علاؤ الدولہ کے حضور میں بیان کرے اور شفا بخش کر کے
 مجھکو اس کے مصاحبین میں داخل کرے۔
 تو اسے دونوں کے عرصے میں علاؤ الدولہ نے اپنے چند خاص

مقاموں کو جمع ملت و ملت کے حوالہ و وزارت شیخ الریس کے پاس بھیجا
 اس سے چند روز چامی رجب شیخ اصمٰن کو روانہ ہوا جو اس نے جو ان بلو
 کا واقع بیان کیا اور اسکے کمال کی تعریف کی اور غدارش کر کے اسکو غاص
 مصاحبہ میں داخل کرا دیا۔ جس وقت کہ شیخ عمدہ وزارت کے کاموں میں
 مصروف تھا۔ نہ جو ان بادشاہ کو ایسے عمدہ لطیفوں سے خوش وقت رکھتا
 کہ بڑے بڑے ادیب اور ندیم اسکے لطیفوں پر تعجب ظاہر کرتے تھے
 تاریخ نگارستان میں روایت کی گئی ہے کہ گو شیخ الریس بڑے بڑے
 اہل علم اور ذمی فنون لوگوں کے نزدیک مسلم استاد تھا اور کوئی اسکے
 روبرو تقریر نہیں کر سکتا تھا اور ہر شخص کو وہ تقریر میں چپ کر دیتا تھا۔
 لیکن ایک وقت کا ذکر ہے کہ ایک بہت ہی ذلیل خاکروہ سے تقریر میں
 اس قدر عاجز آ گیا کہ اسکو کوئی بھی جواب نہ دے سکا اور چونکہ ہمراہ بہت
 سے لوگ تھے وہ بہت ہی شرمندہ اور خفیف ہوا۔ اسکی اصل واردات یہ ہے
 کہ ایک روز شیخ جب کہ وہ وزیر عوام جلسہ ایک مائے سے گذر رہا تھا
 کہ اسنے ایک خاکروہ کو دیکھا جو کہ اپنے غفلت میں مصروف تھا اور ہر شے
 پڑتا جاتا تھا

گرامی و اشم اے نفس از آت

کہ آسان بگذرد بد دل جانت

یعنی اسے نفس میں جھکوا سکے عزیز رکشا ہوں کہ دنیا کے حالات سے
 جھک کر کسی قسم کا بار نہ ہونے پائے۔

شیخ اس شعر کو سن کر حسنا اور مسکراتا ہو بنظر طعن کے اس سے کہا ان
 نفس کی ایسی ہی عزت کرنا چاہئے جیسی کہ تو اسکے ساتھ مرعی رکشا ہے اسکی
 تو نے خوب تعظیم کی کہ اسکو ایسے ذلیل کام میں ڈالا ہے اور تو اپنی عمر
 عزیز کو ایسے خفیس کام میں صرف کرتا ہے اور اس ذلیل کام کو باعزت
 فخر جانتا ہے۔ اسنے تھوڑی دیر کے لئے اپنا کام ترک کیا اور یہ جواب دیا
 کہ جرات اور بہت کی رو سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ذلیل مشہور ہو

بیدا کر کے کھانا اس سے بہتر ہے کہ کسی کی خدمت بجالانا اور اس کا احسان ادا کرنا۔ یہ منکر شیخ الرئیس سخت شرمندہ ہوا اور وہ ان سے جلد علیحدہ ہو گیا۔
حاصل کلام شیخ الرئیس نے علاؤ الدولہ کی ملازمت میں اپنی عمدہ حکمت لیاقتوں کا اظہار کیا کہ وہ بھی بولی نہیں جاسکتیں۔

کتاب تواریخ میں یہ صاف طور پر بیان کیا گیا ہے کہ جب سلطان محمود سبکتگین عراق عجم کو فتح کر لیا تو اس نے مجد الدولہ قلی کو گرفتار کر کے غزنین کو بھیج دیا اور ابو جعفر علاؤ الدولہ کا کوہ جو مجد الدولہ کی جانب سے صفہان کا صوبہ دار یا فرمانروا تھا سلطان محمود کی قوت اور سیاست سے خائف ہو کر فارس کو چلا گیا سلطان محمود اس پر قبضہ کر لینے اور ملک سے کو فتح کرنے کے بعد عراق کی صوبہ داری اپنے فرزند مسعود کے سپرد کر کے خود غزنین کو چلا گیا۔ علاؤ الدولہ نے بنظر مصلحت وقت اپنے بیٹے کو بت ساتھ اور ہدیہ دیگر سلطان مسعود کے پاس بھیجا جس سے اسکے قصور معاف کر دئے گئے اور صفہان کی حکومت پھر اسکے سپرد کر دی گئی جب اس طرح کچھ مدت گزری تو شیخ الرئیس کی حسن تدبیر پر پولیسکل امور میں بہت مصلح ہو گئی جسکی بنا پر اس نے پھر اپنے مستقل حاکم ہونے کا دھوکا دیا جب سلطان مسعود کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ ایک بھاری جنگی فوج لیکر صفہان پر چڑھ آیا چونکہ علاؤ الدولہ کو اسکے مقابلے کی تاب نہیں تھی اسلئے وہ صفہان سے نکل کر شاپور اور آہواز کو چلا گیا۔ جب سلطان مسعود صفہان میں پہونچا تو علاؤ الدولہ کی بہن گرفتار ہو گئی۔ شیخ الرئیس نے علاؤ الدولہ کے خاندان کی عزت و ناموس کے لحاظ کرنے کی نسبت جو رائے دی اس کو سلطان مسعود نے پسند کیا۔ پھر شیخ نے اسکو یہ رائے دی کہ اگر آپ علاؤ الدولہ کی بہن سے جو آپ کی ہم کفو ہے نکاح کر لیں تو سب جگہاں آباد ہے گا اور علاؤ الدولہ بلا تامل صفہان آکے حوالہ کر دے گا۔ پس اس نے شیخ کی رائے کے بموجب اس سے نکاح کیا اور اپنی بیویوں سے زیادہ اسکی عزت اور خاطر کرنا تھا پھر اس نے

خود ہی صفیان کو علاء الدولہ کے حوالہ کر دیا۔ جب سطر جبر کچھ زمانہ گذرا تو بعض شریر مفسدون نے سلطان مسعود سے یہ کہہ دیا کہ علاء الدولہ بھر آپ سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ خفیہ طور پر برابر جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے اس خبر کے سننے سے سلطان مسعود بہت ہی برائی سمجھتا ہوا اور علاء الدولہ کو لکھ بھیجا کہ تو اپنے خیال خام سے درگدز اور اپنی عزت کے کھوئے جانے کا خیال کر اور ہمیں تکلیف بھی نہ دے ورنہ میں تیرے ہی کو آواز دے دوں گا اور اسکو فوج کے ایک اوقی سپاہی کے حوالے کر دوں گا اس خط کے پڑھنے سے علاء الدولہ بہت خستہ ہوا اور اسکے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے اور شیخ سے کہا تو میری جانب سے اس خط کا جواب لکھ بھیج شیخ نے مقررہ ادب و الفاظ سلاطین کے لکھنے کے بعد یہ لکھا کہ بعض چٹانوں اور مفسدون نے جو علاء الدولہ کے دشمن ہیں آپ کو بہکایا ہے اور جس سے آپ کو باور کرایا گیا ہے وہ محض غلط اور جھٹان ہے آپ نے جو اپنے حرم کے متعلق لکھا ہے اگرچہ وہ عصمت مآب بیوی علاء الدولہ کی بہن ہے لیکن چونکہ اب وہ امیر آپ کی اکی سنکوہ ہے اگر آپ اسکو طلاق بھی دیکے تو وہ آپ ہی کی مطلقہ ٹھلائے گی۔ اس بات کو تمام دنیا نے تسلیم کر لیا ہے کہ غیرت اور حمیت اپنی عورت کی شوہر کو ہوتی ہے نہ کہ بیانی کو۔ جب سلطان مسعود نے شیخ کے خط کو ملاحظہ کیا تو اسکو علاء الدولہ کی جانب سے اطمینان ہوا اور معلوم کر لیا کہ مفسدون نے جس امر کی اطلاع دی تھی وہ بالکل غلط ہے۔ پھر چٹانوں کی عزت اور وقعت اسکی نظر سے گر پڑی اور اس نے علاء الدولہ کی بہن اور اپنی بیوی کی اور زیادہ عزت و حرمت کی مورخین کا بیان ہے کہ اسی زمانے میں سلطان محمود کا انتقال ہوا جب سلطان مسعود کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً غزنین کو روانہ ہو گیا کہ چلو پہونچکر ملک موروثی پر بغیر کسی مانع کے پیش ہونے کے قبل قابض ہو جاؤ۔ جب وہ اپنے باپ کی جگہ پر تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا تو اسنے ابو اسمیل ہمدانی کو عراق کا صوبہ دار کیا۔ ابو اسمیل نے

علاوہ الدولہ کے ساتھ ناشایستہ برتاؤ اختیار کیا چونکہ علاؤ الدولہ اس کے
 ناشایستہ برتاؤ کا تحمل نہ ہو سکا اسلئے اُن دونوں میں جنگ ہو گئی اور
 ابوسہیل ہمدانی کو فتح حاصل ہوئی اسکے بعد ابوسہیل جب صفنان میں آیا تو اس نے
 بہت سی نایاب چیزوں کو تباہ و برباد کر دیا اور شیخ الرئیس کی مصنفات کو بھی
 جنگا صرف مسودہ ہوا تھا تباہ کر دیا۔ اس اثنائے میں علاؤ الدولہ پھر موقع پا کر
 اور جمعیت فراہم کر کے ابوسہیل سے جنگ کا خواہنگار ہوا اور اس جنگ
 میں ابوسہیل کو شکست فاس حاصل ہوئی۔ پھر علاؤ الدولہ مستقل طور پر سرزمین
 سلطنت ہوا۔ اور شیخ الرئیس مہربھی موقع فرصت پا کر اپنی مصنفہ کتابوں کی
 جمع و تالیف میں جنگا بیضہ نہیں ہوا تھا مصروف ہوا۔

حاصل کلام شیخ کے فضل و کمال کا ایک عالم مقرر ہے اور اس سے جو
 حکایات اور لطائف وغیرہ سرزد ہوئے ہیں اس مقام پر انکا بیان خالی از لطف
 نہیں ہے اسلئے ہم بھی نچھانکے چند حکایات ناظرین کی بصیرت کی تخریج سے
 اس مقام پر درج کرتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ استاد البوریکان بیرونی نے علم طبیعیات کے اٹھارہ
 مسئلے جو ذیل میں بیان کئے گئے ہیں اور جنہیں ارسطو پر چند اعتراضات ہیں اور
 جنہیں اس نے خود چند امور میں استفسار کیا ہے انکو ایک رسالہ کی صورت
 میں مدون کر کے شیخ کے پاس بھیجا۔

مسئلہ اول۔ اجسام فلکیہ کی خفیت و ثقل رسیکی و گرانی کی نسبت ارسطو پر
 اعتراض۔ مسئلہ دوم۔ ارسطو پر قدم عالم کی نسبت اعتراض مسئلہ سوم
 ارسطو اور تمام حکمائے معتقدین پر یہ اعتراض کہ جہات ستے کے قائم کرنے
 کی کیا وجہ ہے؟ مسئلہ چارم۔ ارسطو پر اس بات کا اعتراض کہ وہ جزو الارض ہے
 کے تابعین کو کیوں براکتا ہے؟ حالانکہ اس سے حکماء پر بھی وہی ایراد
 وارد ہوتے ہیں جو حکمین پر وارد ہوتے ہیں مسئلہ پنجم۔ ارسطو پر اس امر کا
 اعتراض کہ وہ کس دلیل سے اُس عالم کے وجود سے انکار کرتا ہے جو اس
 عالم سے علیحدہ ہے اور اُس کے معتقدین کو کیوں براکتا ہے حالانکہ اس عالم

امکان کی بہت سی دلیلیں ہیں اور اس کے ممنوع ہونے کی دلیلیں قابل
 رد و قدح بلکہ اس کے وجود کی دلیلیں اس کے عدم کی دلیلیوں پر فوقیت
 رکھتی ہیں۔ مسئلہ ہشتم ارسطو پر اس بات کا اعتراض کہ شکل فلکی کو وہ کس
 دلیل سے گردی مانتا ہے اور اگر اس کی شکل بیضوی وغیرہ مان لی جائے تو
 تو لزوم خلا کیونکر لازم آتا ہے اور یہ ہر شخص کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ شکل
 فلک بیضوی وغیرہ ہو اور خلا بھی لازم نہ آئے۔ مسئلہ ہفتم ارسطو پر
 اس بات کا اعتراض کہ وہ کس دلیل سے یقین یقین (دراہنی سمکت) قائم
 کرتا ہے حالانکہ یہ امر مستلزم دور ہے۔ مسئلہ ہشتم ارسطو پر اس بات کا اعتراض
 کہ وہ آگ کی شکل کو گردی کیونکر مانتا ہے حالانکہ وہ اسکو جمع تسلیم کرتا ہے
 کہ لازمی طور پر آگ غیر گردی شکل ہونی چاہئے۔ اور بعض مطالب کا استفسار
 جنکو اس نے ارسطو کی کتابوں میں دیکھا تھا۔ مسئلہ نہم شعاع کی حقیقت
 کی نسبت یہ سوال کہ آیا وہ جسم ہے یا عرض۔ مسئلہ دہم عناصر کے انقلاب
 اور استحالہ کا استفسار اور یہ کہ وہ کسوجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ
 منتقل ہوتے ہیں۔ مسئلہ یازدہم جو شیشہ کہ آب صافی سے ہر اجوا ہو
 وہ اپنے مقابلے کے اجسام کو کیونکر جلا دیتا ہے؟ مسئلہ دوازدہم عناصر
 کے مکان طبعی کی نسبت سوال۔ مسئلہ سیزدہم کیفیت ادراک باصرہ کی
 نسبت استفسار۔ مسئلہ چار دہم زمین کے ربع مسکون شمالی کے آباد ہونے کا
 سبب کیا ہے باوجودیکہ وہ دو سرار ربع شمالی و جنوبی دور بعون کے
 ساتھ اس حکم میں مشترک ہے اور کوئی سبب امتیاز کا نہیں ہے۔ مسئلہ
 پانزدہم سطحوں کی تلافی کی نسبت انکار اور استفسار دلائل مہندی سے
 مسئلہ شانزدہم خلا کے امتناع کی نسبت استفسار حالانکہ ایک بند شیشے
 میں اسکا وجود ممکن بلکہ محسوس ہے۔ مسئلہ ہفتم شدت برودت سے ظروف
 ملہ ہم اپنے زمانہ کے علماء کے بہت ممنون ہیں کہ انہوں نے اس جگہ سے ہی کوٹا دیا یعنی
 وجود فلک کی دلیلیں کو انہوں نے ٹوڑ دیا جس سے شکل فلکی کی شکل گردی ہونا باقی
 رہتا ہے اور نہ غیر گردی۔

کے ٹوٹنے کا سبب کیا ہے سلسلہ سیدہم۔ پانی پر برف کے قائم رہنے کا سبب مالاکنہ برف پر مقابلہ پانی کے کمین زیادہ ثقیل ہے۔

ماصل کلام چونکہ استاد البوریجان اور ابو عبیدہ المد معصومی میں جو شیخ کا بڑا فاضل شاگرد تھا نوک جھوک رستی تھی شیخ نے ان اعتراضات کو اول خوب جانچ لیا پھر انکا جواب لکھنے کے لئے ابو عبیدہ المد کے سپرد کیا اور خود جواب دینے سے سائل رہا۔ چونکہ البوریجان کو اپنے جواب کے آنے میں دیر معلوم ہوئی تو اس نے یہ سمجھا کہ شیخ ان سوالات کے جواب دینے سے عاجز آگیا ہے شیخ کو اُنکے جوابات لکھنے پر اپنے خط کے ذریعے سے آگاہ کیا۔ شیخ سمجھ گیا کہ وہ میرے جواب نہ دینے پر میرا عجز خیال کرنے لگا ہے۔ تو خود شیخ نے اپنے قلم حقیق رقم سے اسکے جوابات لکھے اور اوسکی تمہید میں ایک عذر لکھا جسکا حاصل یہ تھا کہ درخدا تیری مدد کرے اور تجھکو کمرو بات سے بجائے اگر سائل کے جواب دینے میں دیر سی ہوئی ہے تو کچھ تصور رکھی بات نہیں ہے اسلئے کہ میں نے ان سائل کے جوابات لکھنے کے لئے ابو عبیدہ المد معصومی کے سپرد کیا تھا اور میں نے یہ خیال کر لیا تھا کہ ابو عبیدہ المد نے جوابات لکھ کر بھیج دیے ہونگے، غرض کہ شیخ نے اسکے ہر ایک سوال کا جواب سنایت روشن اور واضح دلیلوں سے چند اوراق میں لکھ کر مرتب کیا اور اسے خاتمہ پر یہ عبارت لکھی ”فہذا جواب ما سالتینہ من المسائل وحب انما الشکل علیک شیء من ہذا الفضول ان تم علی مطالبۃ المعاوۃ و شرحہ احی اجل فی لقنا حیا و الفاذھا الیک“ میں نے ان سائل کے جواب جو تو نے مجھے پوچھے تھے لکھ دیے ہیں۔ اور میں دل سے چاہتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی جواب تیری تحمید میں نہ آئے اور تو اسکو نہ حل کر سکے تو میں بہت ممنون ہوونگا اگر تو مجھے انکی شرح چاہیگا کیونکہ میں بہت جلد اسکو و مناحت سے لکھ کر تیرے پاس بھیج دوں گا، جب شیخ نے اس رسالے کو البوریجان کے پاس بھیجا تو اس نے اس رسالے کو شروع سے آخر تک بالاستیعاب ملاحظہ کیا لیکن خاتمہ کی چند سطریں اس پر ناگوار گذرین اور اسیدوہ سے وہ پھر جواب انجواب

کے لینے اور اعتراضات کو مٹانے کے لیے ہوا اور جاہل اس میں شیخ کو ناگوار تھا اور غیر مہذب الفاظ سے یاد کیا اُس نے شیخ کو "ایھا الشاب" کے لفظ سے یاد کیا اور کہیں ایھا الفقیہ الفاضل کے لقب سے لقب کیا عرض اُس نے اپنے تعصب اور غصے کی آگ بجھانے کے لیے شیخ کے پاس ایک خط جس میں مذکورہ الفاظ تھے لکھ کر روانہ کیا۔ لیکن شیخ نے اسکا کچھ جواب نہ دیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ شیخ ایک مدت تک نفس ناطقہ کے تجدد پر اعتقاد رکھتا تھا آخر اس نے اپنے خیال کو ان الفاظ میں ظاہر کیا کہ اجسام عنصریہ میں ہمیشہ تبدل اور امثال اور زوال ہوتا رہتا ہے اور ان سب کو مایہ والا اور جمع رکھنے والا نفس ناطقہ ہے جس میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ ہم یار نے جو شیخ کا بڑا ہنکا شاگرد تھا اس مسئلہ میں شیخ سے مخالفت کی اور یہ کہا کہ بے شک اجسام میں تبدل و تغیر ہوتا رہتا ہے لیکن باوجود ان تبدیلات کے ظاہر میں وہ ایک مسمی دکھائی دیتے ہیں پس اگر نفس ناطقہ کو بھی تبدیلات اور تغیرات میں اجسام کے ساتھ شریک کر دین تو کیا نقصان ہو سکتا ہے اور جب خود نفس ناطقہ غیر محسوس ہے تو اسکے تبدل اور تغیر کا غیر محسوس ہونا کچھ بعید نہیں ہے پھر اس نے اپنے اس خیال پر شیخ سے دلیل طلب کی۔ پس شیخ نے اپنے سب شاگردوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ اس سائل کو مجھے جواب طلب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے آیا وہ مجھ سے سوال کرتا ہے یا کسی اور سے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو اُسکا سوال کرنا غلط ہے کیونکہ خود اسکی رائے کے بموجب اب میں وہ بوجہ نہیں رہا ہوں جو پہلے تھا اسلئے کہ اب مجھ میں اسکی رائے کے موافق تبدل و تغیر ہو لیا ہے۔

شیخ ابوسعید البوالخیر جو شیخ کا مہاجر اور فاضل کامل تھا اس نے شیخ کے فضل و کمال کا علاوہ صاف طور پر اعتراف کیا ہے اور اس کے اور شیخ کے درمیان جو رسل و رسائل ہوئے ہیں اُن سے اُن دونوں کا غلوں اتحاد پایا جاتا ہے گو ان کے خطوط کا بیان ترجمہ کرنا مناسب تھا لیکن چونکہ اُن میں بجز ایک دوسرے کی مدح سرائی کے اور کوئی دوسرا مضمون قابل توجہ نہیں تھا اسلئے اُنکا

لکھنا مرث طول کلامی خیال کیا گیا۔

بعض تاریخوں سے پایا جاتا ہے کہ شیخ کو عورتوں سے نہایت الفت تھی اور کثرت مباشرت سے رفتہ رفتہ اوپر ضعف غالب ہوتا گیا جس سال میں کہ علاء الدولہ ابن فارس سے لانے کے لئے باب الکرخ کو جو مادر النہر کا ایک موضع ہے گیا تھا شیخ قولنج کے سخت مرض میں مبتلا ہوا اور چونکہ اس مرض کا اذالہ حقنوں سے ہو سکتا تھا اسلئے شیخ نے بوجہ درد کے یہ کہا کہ ایک دن میں آٹھ دفعہ اسکو حقنہ کریں لیکن اس علاج سے اسکی آنٹوں میں قروح (جھالے) پیدا ہو گئے۔ اس اثنا میں علاء الدولہ نہایت جلدی کے ساتھ ملک اندخ کو جو اصفہان اور خورستان مراصد کے درمیان واقع ہے روانہ ہوا چونکہ شیخ کو ساتھ جانے سے انکار کرینکا موقع نہ تھا وہ ساتھ ہو لیا راہ میں اسکو مرض صرع لاحق ہو گیا جو کبھی قولنج میں ہو جایا کرتا ہے جب علاج سے مرض صرع جاتا رہا تو وہ اسکے بعد اون قروح کے علاج کیطرن متوجہ ہوا اُسنے ایک غلام قسم کا حقنہ تیار کرایا جس میں تخم کرفس جو ریاح کا توڑنے والا ہے بمقدار دودا کے شریک کرنے کے لئے کہا۔ اسکے بعض غلام (خدمتگار) جو حقنہ کے تیار کرنے میں شریک تھے انہوں نے عمد آ یا سہواً اس میں پانچ دانگ تخم کرفس شریک کر دے اسکے استعمال سے قروح میں زیادتی ہو گئی۔ پس شیخ نے محض علاج صرع کے لئے سمون شر دیطوس کا استعمال شروع کیا۔ اسکے بعض غلاموں نے اس میں افیون کی مقدار زیادہ کر دی اور اسوجہ سے مرض بڑ گیا آخر ناچار ہو کر اسکو ایک گاڑی میں بٹھا کر اصفہان کو پہنچایا گیا اصفہان میں پہنچنے کے بعد ضعف اسقدر بڑ گیا کہ چلنا پھرنا بھی دشوار ہو گیا آخر اُسنے خود اپنے ہاتھ سے دوا استعمال کی اور جب ضعف کم ہوتا گیا تو وہ کبھی کبھی علاء الدولہ کے پاس آنے جانے لگا لیکن چونکہ نقاہت بالکلیہ زائل نہیں ہوئی تھی اسلئے کبھی تو مرض بڑ جاتا تھا اور کبھی کم ہو جاتا تھا۔ اس اثنا میں علاء الدولہ کو ہمدان جانے کا اتفاق ہوا تو اسکو شیخ کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ راستے کے ہرج سے مرض اور بڑ گیا جب ہمدان میں پہنچا تو اسکو لیٹن ہو گیا کہ اب قوت بالکل ساقط ہو گئی ہے اور طبیعت میں مرض

کے ساتھ مقابلے کی قوت باقی نہیں رہی ہے۔ مزاج کی اس کیفیت کو دیکھ کر
اُس نے دو کا اشتعال ترک کر دیا اور وہ کہنے لگا کہ اب میرے بدن میں قوت
مذہبہ باقی نہیں ہے۔ اب کسی علاج سے فائدہ نہ ہو گا یہ خیال کر کے اُس نے غسل
کیا اور اپنے مال کو خیرات کر دیا اور غلاموں کو اس نے اعتناقمارہ (آزادی کا نام)
دیدیا اور خود ذکر الہی میں مشغول ہوا۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتا اس
اثناء میں اُس کا آخری وقت پہونچ گیا۔ اور اُس نے اس دار فانی کو رخصت
کر دیا۔ وقت اخیر میں وہ اس شعر کو پڑھتا تھا ۵

عموت و لیس منا حاصل
سوے علمنا انہ ما علو

حاصل کلام بقول مشہور ۶۷۲ھ غزوہ رمضان روز جمعہ کو اُس نے انتقال کیا
لیکن قاضی نور احمد کشتری اور دیگر مورخین کا بیان ہے کہ ۶۷۲ھ ہجری
میں اُسکی وفات ہوئی۔ اور اسکو شہر ہمدان میں کی سمت جنوب کی فصیل
کے نیچے دفن کیا گیا۔ بعض لوگ اُس سے یہ دو اشعار نقل کرتے ہیں جس
اسکا سال ولادت اور زمانہ تحصیل علوم اور زمان وفات معلوم ہوتا ہے

حجة الحق ابو علی سینا در شجہ امیدار عدد وجود
در شصا کسب کمال علوم در نیکو کرد این جهان پدید آمد
لیکن صاحب جیب السیر کی یہ رائے ہے کہ شیخ کی عمر کجا ب شہر سی

ترہم سال سات عینے کی تھی اور اس قول کے موید اور بھی اقوال ہیں جنہ
از انجملہ ایک یہ کہ جس زمانے میں اُس نے امیر نوح کا علاج کیا تھا اس زمانہ
اُسکی عمر تیرہ برس کی تھی لیکن اہل درایت اسکو خوب سمجھتے ہیں کہ اتنی چھوٹی
سی عمر میں نہ تو لوگ اعتماد اور اعتقاد کر سکتے ہیں اور نہ مر لیغ۔ دوسرے
یہ کہ اُسکی تصنیفات اور تالیفات کا کم سنی میں ہونا جو بیان کیا جاتا ہے
اگرچہ محال نہیں ہے تاہم بلحاظ عادت کے تو ضرور خلاف ہے اسی لئے مذہبی
فہم مورخین بجائے کلہ شیخ کے جسکے اعداد (۳۷۳) ہوتے ہیں لفظ "وہیں"

۱۷۷۷ھ مر رہے ہیں اور میں جو علم حاصل ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ بننے کچھ نہ جاتا۔

کا ہوتا قرین واقعہ سمجھا ہے (۳۶۳) ہوتے ہیں گواہ اسکے علاوہ اور بہت سی روایات ہیں لیکن ہم انکو اسلئے شروک کر دیتے ہیں کہ اہل دین خود ان امور کی نسبت فیصلہ کر لیں گے۔

شیخ کی وفات کے بعد ابوریحان نے شیخ کے سوالات کو رو کر کے ایک رسالہ بدون کیا اور اسکو شیخ کے پس ماندوں کے پاس بھیجا۔ ابو عبد اللہ معصومی نے جو شیخ کا شاگرد رشید تھا پھر اسکے جوابات کا رد لکھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان سوالات اور جوابات کو جمع کرنے سے ایک اچھی خاصی ضخیم کتاب نکلی ہے جو صفہان میں موجود ہے۔

شیخ کے عقائد اور مذہب کے متعلق بہت کچھ بیان کیا گیا ہے مگر ہم صرف اسکے اشارہ کو جس میں اُس نے اپنے مذہب اور عقائد کو ظاہر کیا ہے اس مقام پر نقل کرتے ہیں جس سے صاف طور پر اُس کے عقیدہ اور مذہب کا پتہ لگ جاتا ہے۔

اور وہ یہ ہیں
 بادہ عشق در قلع ریختہ اند
 دامداری عشق عاشق نگینہ اند
 باجان وردان بوعلی مہر علی
 چون شکر شیرہم بر بنجہ اند

ولہ ایضا
 بر صفحہ حیر با خط لم یزلی
 معکون نوشہ است نام دو علی
 یک لام و دوین باد و یک معکون
 از حاجب عین الف با خط حلبی
 قاضی نور الدین بیان کرتا ہے کہ شیخ کو جن لوگوں نے کافر کہا ہے وہ اہل سنت و جماعت ہیں چنانچہ شیخ نے اسکی نسبت یہ زبانی لکھی ہے

کفر جو منکران و آسمان نبود
 محکم تر از ایمان میں ایمان نبود
 و در ہر یکے چون من و آن ہم کافر
 پس کہ ہمہ دہر یک مسلمان نبود
 ابن خلکان نے کمال الدین یونس سے روایت کی ہے کہ علاؤ الدین نے شیخ کو با برنجہ کر کے مجلس میں بھجوا دیا اور وہ اس میں مر گیا چنانچہ ان شعارے اسی کیطرت اشارہ ہے۔

رایت ابن سینا مجاوی الرجال
 و فی مجلس بات اخس المات

فلم یصف ما به بالشفاف و ذو ولم یج من موتہ بالنمات
یعنی یہ بات دیکھی گئی کہ ابن سینا لوگوں کے ساتھ مناظرہ کرتا تھا حالت
قید میں ذلیل موت سے مراد نہ کتاب شفا اسکے مرض کے لئے باعث شفا
ہوئی اور نہ کتاب نباتات موت کے لئے باعث نباتات بنی
کیلیں مویخ جزرجی اور قطب الدین لاہجی اور اور لوگ اس امر کو صحیح
نہیں جانتے ہیں بلکہ وہ لفظ "جس" سے جو اشعار مندرجہ بالا میں واقع ہو
مراد اجتہاد طبیعت لیتے ہیں اور کمال الدین یونس کی روایت کو غصیر
مستند خیال کرتے ہیں۔

علاوہ ان تمام فضل و کمال کے شیخ اعلیٰ درجہ کا شاعر بھی تھا اور
اُس نے فارسی اور عربی میں بہت سے اشعار کہے ہیں لیکن ہم اس مقام پر
اُس کے چند اشعار لکھتے ہیں تاکہ ناظرین کو اُسکی شاعری کا پایہ معلوم ہو جا
وہ کہتا ہے کہ

تغذیب النفس بالعلوم لتوفی و ذرا لکل ففی لکل بیت

انما النفس كالزجاجه وتعلم سراج وحکمت المدع زیت

فاذا اشرفت فانك حے فاذا اظلمت فانك میت

یعنی اکتساب فضل سے نفس کی تہذیب کرنی چاہئے اور اس کے سوا

اور چیز سے پہلو تہی کرنی چاہئے کیونکہ علم بذات خود ایک عمدہ مجموعہ ہے

جسمین سب چیزیں جمع رہتی ہیں نفس مثل آئینہ کے ہے اور علم مثل چراغ

کے ہے اور اس میں حکمت مثل روغن کے ہے جب وہ روشن ہو تو یہ سمجھ

لینا چاہئے کہ وہ شخص دی حیات ہے اور اگر وہ تاریک ہے تو یہ جاننا چاہئے

کہ اُس شخص کا شمار مردوں میں ہے۔

وہ کہتا ہے کہ

عجا القدر میجدون فضائلی ما بین عیابی ابی عذابی

عابوا علی فضل و دمو حکمتی واستوحشوا من نقصهم و کمالی

انی و کیدهم و ما عابوا به کالطود کخضر نطحة الا دیمال

واذا التفتی عن ماضی شاد بنفسه هانت علیہ ملامت لجهال

یعنی مجھ کو اپنے عیب بینوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ وہ میرے فضائل پر
 حسد کرتے ہیں اور اسوجہ سے میری حکمت کو مذموم جانتے ہیں لیکن وہ میرے
 کمال اور اپنے نقصان سے خائف اور ہراسان ہیں حالانکہ انکی بدگوئیوں
 میرے فضل و کمال کے مقابلے میں ایسی ہیں جیسی کہ منقلی بکریان اپنے نیلوں کے
 پھاڑ کو اوکھا دانا پاستی ہیں لیکن جب آدمی اپنے علم اور اخلاق کو جان لیتا ہو
 تو اسکو جاہلون کے ملامت کرنے سے کوئی رنج نہیں ہوتا۔ وہ کہتا ہے کہ
 غزلے روح و ہر بادہ رحیق الحق کہ رنگ بوشن ندرنگ و بو گل رادق
 بطم تلخ جو پند پر ولیک مفید بہ پیش جاہل باطل نبرد وانا حق
 حلال گشتہ لغتو اے عقل بردانا حرام گشتہ باحکام شریع بر محنت
 وہ کہتا ہے کہ

دل گرچہ درین بادہ بسیار شافت یک موی ندانست ولی موی شگافت
 اندر دل من ہزار خود شید تافت آخر کمال درہ را دریافت
 وہ کہتا ہے کہ

از قعر گل سیاہ تا اوج زل کر دم ہمہ مشکلات گستی رطل
 بیرون جسم ز قید ہر کمر و حیل ہر بند گشادہ شد گر بند اجل
 وہ

نہ منزلات ہوس گر برون سنی قدے نزول در حرم کبریا تو اتانی کرد
 ہو تک این عمل رہروان چالاک است تو تا زمین جہاں کج اتوانی کرد
 بیان کیا جاتا ہے کہ ابتداءے حال میں شیخ جبکہ وہ مراتب کمال پر
 نہیں پہنچا تھا ایک وقت ابو سعید بن ابوالخیر کی مجلس میں اسکو جانے کا
 اتفاق ہوا اسوقت طاعت و معصیت اور اہل عصیان کے حرمان اور
 خداوند کریم کے عفو و رحمت پر کچھ بحث ہو رہی تھی۔ ابوالخیر بھی کچھ کھڑا
 تھا شیخ نے اسوقت یہ رباعی پڑھی
 یا مہم بہ عفو تو تو لا کردہ و زطاعت و معصیت تبرا کردہ

آجما کہ عنایت تو باشد با شمس ناکرہ چو کردہ کردہ چون ناکرہ
 ابو سعید نے بھی بڑا ہتہ اس کے جواب میں یہ رباعی کہی۔
 اے نیک نکرہ بدیا کردہ انگہ بجلال خود تنہا کردہ
 برعفو مکن تکیہ کہ ہرگز نہ ہو ناکرہ چو کردہ کردہ چون ناکرہ
 شیخ کی مصنفہ و مولفہ عربی و فارسی کی وہ کتابیں جسکو
 اُس نے بخارا میں لکھا ہے یہ ہیں

(۱) کتاب مجموعہ جسکا دوسرا نام مکت عروضہ ہے اسلئے کہ شیخ ابوالحسن
 عروضی اس کتاب کی تالیف کا محرک تھا۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت شیخ
 اکیس برس کا تھا اور علم حکمت میں اسکی یہ پہلی تصنیف ہے۔ (۲) مکتا حاصل
 و محصول حبلی اکیس جلدیں ہیں۔ یہ کتاب شیخ نے ابوبکر برقی کی درخواست پر
 لکھی ہے۔ (۳) کتاب البر والآخر۔ دو جلدوں میں لکھی ہے اور یہ کتاب
 علم اخلاق میں ہے اور یہ بھی شیخ ابوبکر برقی کے لئے لکھی ہے (۴) کتاب لغات
 سدیدہ مطلقا مات طب میں پانچ جلدوں میں ہے اور جو امیر نوح بن
 منصور کے نام سے موسوم کی گئی ہے (۵) رسالہ مبوطی علم موسیقی میں
 جو ابوسہل سہلی کے نام سے نامزد ہے (۶) علم درایت میں بھی ایک رسالہ
 ابوسہل کے لئے لکھا ہے (۷) مقالہ قوائے طبعیہ میں جو ابو سعید یحییٰ کے
 نام سے موسوم ہے (۸) قصیدہ عربی منطق میں جو ابوالحسن سہلی وزیر ہامون
 شاہ خوارزم کے نام سے معنون ہے۔ کتاب علم لیبیا میں جس میں صوفیہ
 کی ہیت کا بیان ہے یہ بھی ابوالحسن سہلی کے نام سے موسوم ہے۔
 فرانس کے مورخین نے شیخ کے حالات میں اس رسالے کا تذکرہ بھی
 لکھا ہے کہ شیخ نے اس رسالے میں بہت ہی عجیب و غریب حکایتیں لکھی ہیں
 جن میں سنگ شانہ کی پیدائش کے متعلق نہایت عمدہ شرح بیان لکھا ہے
 اور جس میں اس امر کے متعلق آٹھ سین ہافہ کے حکما کے اقوال بھی لکھے ہیں
 اور اسی رسالے کے باب دوم میں پہاڑوں کے نکلنے کی پیدائش کی نسبت

ایک فصل قائم کی ہے اور کہتا ہے کہ ہر اڑاسباب اصل اور اتفاقی کی وجہ سے موجود ہوئے ہیں مثلاً اُن اسباب اتفاقی کے زلزلہ کو بھی ایک سبب قرار دیا ہے لیکن ایک اور بیان جسکی صحت میں کلام ہے اس طرح لکھا ہے اور کہتا ہے کہ اجسام مرکبہ کے چند ٹکڑے جنکے اجزا میں تابنا زیادہ ہوتا ہو ملک ایران میں آسمان سے ایسی حالت میں اور آئے ہیں جبکہ وہ مشتعل تھے لیکن وہ ایسے سخت ہیں کہ خارجی آتش سے بھی نہیں پگھل سکتے۔ اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ ایک لوہے کا ٹکڑا جو آٹھ سو اوٹس (۱۵۰) ایک پیاس ٹن کے گر پڑا تھا۔ اسکو بادشاہ وقت کے سامنے لے گئے اُسے اُس سے ایک آرہ کے بنانے کا حکم دیا اور عربوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جتنے ابالی کاغذی کے آرہ جو بہت ہی تیز ہیں اسی لوہے سے بنائے گئے ہیں۔

(۱۰) کتاب مدارک خمین طبیب کے معالجہ میں خطا کرنے کے اسباب میں اور یہ بھی ابو الحسین سہلی کے نام سے موسوم ہے (۱۱) رسالہ نبض کے متعلق زبان فارسی میں جسکے عنوان میں اسنے یہ لکھا ہے کہ عقیدہ الدولہ نے میرے تمام ایک فرمان لکھا جس میں یہ لکھا تھا کہ میں دانش کے متعلق ایک کتاب لکھوں لیکن جو لوگ علم تاریخ سے واقف ہیں وہ خوب سمجھتے ہونگے کہ یہ دیباچہ محض غلط ہے اسلئے کہ شیخ کی ولادت سے ایک سال پہلے عقیدہ الدولہ مر چکا تھا۔ مگر صحیح اسے یہ ہے کہ اس رسالہ کا مصنف ابو علی مسکویہ ہے اور یا یہ کہ کاتب نے بجائے مجد الدولہ یا شمس الدولہ کے عقیدہ الدولہ لکھ دیا ہے لیکن یہ عقیدہ کا مسئلہ جو قانون میں لکھا ہے اس رسالے میں اس سے بہت ہی محتاط تین جو لکھی ہیں ان سے قول اول کی تائید ہوتی ہے۔

شیخ کی وہ کتابیں جو اُس نے ملک جرجان میں تصنیف

کی ہیں حسب ذیل ہیں

(۱) کتاب اوسط جغرافی علم منطق میں جو ابو محمد شیرازی کے نام سے موسوم ہے۔ (۲) کتاب مبدا و معاد بحث نفس میں ہے۔ یہ کتاب شیخ ابو محمد

بن ابراہیم فارسی کے نام سے معنون کی گئی ہے (۳) کتاب ارصاد کلیہ بنام
 شیخ ابو محمد اس کتاب کو اس نے ملک رے میں ختم کیا۔ (۴) کتاب معاد جو
 مجد الدولہ دہلی کے نام سے معنون کی گئی ہے (۵) رسالہ خواص سبعین میں
 جس کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا گیا ہے (۶) رسالہ خواص حیوانات میں جو اس
 کی کتابوں سے منتخب کیا گیا ہے اس کو اس نے ہدان میں ختم کیا۔ (۷) کتاب شفا
 علم حکمت میں جو اٹھارہ جلدوں میں ہے اور شیخ کی سب کتابوں میں یہ کتاب
 زیادہ مشہور بلکہ قابل قدر بھی کتاب ہے۔ اس کی تصنیف کی نسبت صاحب
 طبقات الاطباء لکھتے ہیں کہ شیخ نے اس کو بیس مہینے کے عرصہ میں ختم کیا ہو
 اس کتاب میں نے مقدمین اور متاخرین کے کلام پر نہایت تنقید کی اور مقامات
 سے ریویو کیا ہے اور اس میں عجیب و غریب شادات کو بیان کیا ہے
 چنانچہ من مسمیت میں وہ کہتا ہے کہ وما کمر ذہرة و کمر عطار دلہ
 لیکن زہرہ اور عطار دکارہ وغیرہ لیکن یہ معلوم رہے کہ شیخ الہیوس عالم الہی
 میں غلطی سے محفوظ نہیں رہا ہے اور ریاضی کے مسائل میں بھی اوپر شک
 و شبہات ظاہر کئے جاسکتے ہیں اور اس نے بوجہ غرور دکالات اور قصور
 فلکیات کے بیان میں بھی صرف وہم و شبہ سے کام لیا ہے۔ لیکن حقائق کی
 تحقیق اور تحصیل سے بے بہرہ رہ گیا ہے بلکہ اس نے اپنے شادات کو عین
 مقصود و تمکیر اس کو بطور یقین کے بیان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے
 زہرہ کے ستارہ کو جو جرم شمس پر بطور ایک خال کے دیکھا ہے اور یہ اور
 بھی زیادہ تعجب کی بات ہے کہ ابن اوندلسی جو اس سے متفق الہے اس نے
 اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز باتیں لکھی ہیں وہ کہتا ہے کہ میں ایک روز کوٹھے پر
 کھڑا ہوا تھا۔ جب میری نظر قمر صغیر پر پڑی تو مجھ کو اس قمر صغیر پر دو
 خالی نظر آئے۔ میں نے خیال کیا اور جو کہ آخر میں صحیح بھی معلوم ہوا کہ یہ دونوں
 خالی جو دکھائی دے رہی ہیں زہرہ اور عطار دہین۔ پس میں نے کوٹھے
 سے اتر کر کتاب زینج لیکر جدول اور تقادیم سے سیارات کا استخراج کیا
 پھر معلوم ہوا کہ عطار داور زہرہ کا قمران ہوا ہے اور یہ دونوں بمقابلہ

احتراق میں ہیں۔ پھر محکوم اپنے عمل سے اس بات کا یقین ہوا کہ وہ دونوں
قال عطار داور زہرہ ہیں۔ گو کہ اوندسی کے اقوال میں شیخ کے اقوال سے
زیادہ قبا حین میں لیکن اون بزرگ اور لایق لوگوں کی عیب چینی اخلاق کے
خلاف ہے۔

اب ہم چند ایرادات کا ذکر کرتے ہیں۔ از الجملہ قاضی زادہ رومی تریب
افلاک کے بیان میں لکھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ صاحب مجبلی کا یہ اعتقاد ہے کہ
کہ عطار داور زہرہ فلک قمر کے اوپر اور فلک شمس کے نیچے ہیں اور ہکی ریلے
کو جمہور متاخرین نے تسلیم کیا ہے۔ اسکے بعد وہ کہتا ہے کہ شیخ کا مشاہدہ بھی
اسی مدعا اور عقیدہ کے لئے کافی شہادت ہے۔ لکن زادہ اپنے وزیر علوم سلطنت
ایران نے اپنے بعض محبوبوں میں لکھا ہے کہ یہ اور بھی زیادہ تعجب اور حیرت کا
مقام ہے کہ ہمارے زمانے کے علماء نے جنکو مسائل حیت اور مقاصد نجوم میں
کمال ملکہ ہے کسوف کی نسبت مختلف اور متعدد ملیتیں اور سبب تحقیقات سے
استقرار کیا ہے جو کہ باب کسوف میں شرح بیان ہوئے ہیں۔ تاہم صرف عدم
عرض اور زہرہ اور عطار د کا بمقابلہ شمس کے احتراق میں ہونا جو جرم شمس پر
خال کے ہونے سے مشاہدہ کیا جاتا ہے یہ یقین کرتے ہیں کہ وہ حال حقیقت
میں ستارہ زہرہ ہے جیسا کہ شیخ کا اعتقاد ہے یا یہ کہ وہ دونوں خال زہرہ
عطارد کے ہیں۔ اور ابن اوندسی کی بھی یہی رائے ہے۔ لیکن ہر عقلمند سمجھ
سکتا ہے کہ ایسے مواقع پر وہم اور گمان سے بچنا مناسب ہے۔
لیکن جرم اور یقین سے ہمارے مدعا کی تائید اور ان کے ادعا کی توہین خود علم
بیت جدیدہ سے ثابت اور آشکارا ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس زمانے کے علماء
یقین کے ساتھ یہ بات عام و خاص سے کھری ہے کہ جرم شمس پر کلف (دفع)
ہیں چنانچہ وہ اپنی تالیفات میں لکھتے ہیں کہ رنگین شیشوں اور دور بینوں
کے ذریعے سے جب ہم آفتاب پر نظر ڈالتے ہیں تو اسکے سطح پر مختلف وضع
کے سیاہ کلف دکھائی دیتے ہیں اور انکی حرکت سے معلوم ہوا ہے کہ آفتاب
پچیس شبانہ روز اور کچھ عرصے میں اپنے محور کے اطراف پھر جاتا ہے۔

اور مخبون نے امین مختلف اوصاف اور حالات کو مشاہدہ کیا ہے۔ اور اس کلفت کو پہلے پہل فاریون نے مشاہدہ میں مشاہدہ کیا ہے۔ اسکے بعد ایک نامی شخص کلیہ نے بھی مشاہدہ میں دیکھا ہے حاصل کلام اس کلفت کی شکلیں بہت ہی غیر متب اور بے ثبات ہیں اور ان ہر ایک کا محیط بہت صاف اور واضح ہے اور اسکے اکثر اشکال کے کنارے اپنے تین (وہ سطح جو خطوط کے درمیان ہو) سے زیادہ چمک دار ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ظل (سایہ) محیط کا شبہ یا مثال ہے۔

ہر شل جو حکمائے فرنگستان میں نامی حکیم ہے کلفت کی نسبت اس نے جو شرح لکھی ہے ہم بعینہ اسکو بیان نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ آفتاب کی کلفت کو بقا اور ثبات نہیں ہے اور دن بدن بلکہ لمحہ لمحہ اسکی مساحت اور مقدار میں تغیرات اور تبدلات ہوتے رہتے ہیں۔ اور جسکی وجہ سے اسکے البعاد میں کمی و زیادتی ہوتی رہتی ہے اور اسکی شکلیں بدلتی جاتی ہیں۔ اسکے بعد وہ کلفت اپنے مقام مری سے بالکل محو ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے مقام میں جہاں بالکل کلفت کا اثر بھی نہیں ہوتا ہے یکا یک اس دوسرے مقام پر نمایاں ہوتا ہے۔ اور جب وہ کلفت ایک مقام سے عدم اور منتقل ہو کر دوسرے مقام میں جانا چاہتا ہے تو اول اسکا تین اور وسط جو بہت ہی باریک ہوتا ہے نقصان پذیر ہونے لگتا ہے اور اسطرح اس عرض سے گھٹ کر اس دوسرے طول پر زیادتی پیدا کرتا ہے جس حال میں کہ وہ کم و زیادہ ہوتا رہتا ہے اس اثنا میں وہ بالکل تسطیل بن جاتا ہے اور قبل اسکے کہ وہ منتفی (عدم) ہو جائے اسکے اطراف و حواشی کی روشنی مدہم بلکہ محو ہونے لگتی ہے اور کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ایک کلفت کی دو شقیں (شاخیں) ہو کر وہ کلفت بن جاتی ہیں اور کبھی چھوٹے چھوٹے چند متعدد کلفت بھی ہو جاتے ہیں۔ ان حالات کا ظہور اس بات کی دلیل ہے کہ سخت سیلان اور جریان کا وجود بحر ان مائعات کے جو مائلی جھوٹے ہیں اور کسی چیز میں نہیں ہوتا اور اقسام فقیعین ہی وہ صورت پیدا ہوتا ہو اور نیز دن میں بھی یہ بات قیوح شدید کے وجود پر کافی

دلیل ہے جو کہ سطر حکا متوج ہو امین ہے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یا یہ کہ جس جگہ جسوت
بخارات جمع ہوتے ہیں اسوقت اُن سے یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اُن حرکات کے ظہور کے عرصے
کی کوئی وسعت ہی نہیں ہے بلکہ وسعت میں اور زیادہ مختصر رہتے ہیں۔ اور جو میان کے
بذریعہ رمہ کے اُن کلفون کو دکھایا ہے کہ اُنکا حقیقی قطر دس ہزار فرسنگ سے بھی تجاوز
ہے اور یہ مقدار زمین کے قطر کے مقابلے میں یکچوڑ ہے۔ پس اس حساب سے ایک
رات دن کے عرصہ میں اُس کلف کے دونوں ضلعوں میں سے ایک ضلع بمقدار بتیس
فرسنگ بلکہ اس سے بھی زیادہ سیر کر کے مل جاتا ہے اور پھر وہ اسی حالت میں ہوتے
ہیں۔ بیان تک کہ چٹھہ ہفتے کے عرصے میں وہ کلف بالکل معدوم ہو جاتا ہے اور چھ
ہفتہ سے زیادہ شاید ہی کوئی نادر کلف قائم رہتا ہے اور اگر وہ قائم رہے تو
وہ اتفاقات میں شمار ہوتا ہے۔

لیکن ہر شل چمکتا ہے کہ جو کلف قرص پر سرور تک ظاہر اور قائم رہتا ہو
یعنی وہ نادر ہے، وہ خود جو نقل کرتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ بڑے کلف کے اطراف
میں یا اُس مقام میں جہاں کلف زیادہ جمع رہتے ہیں اکثر اوقات اُس میں ایسے مواضع
دکھائی دیتے ہیں جو سب صفحات سے زیادہ روشن ہوتے ہیں اور ان روشن اور
چمکدار مواضع کو زبان فرانس میں فاکول (شعل) کہتے ہیں۔ کیونکہ کبھی کبھی اُس مشعل
کے قریب میں بعض اور کلف دکھائی دیتے ہیں جو اس سے پہلے اُن مواضع میں
نہیں تھے اس سے یہ قومی احتمال ہوتا ہے کہ وہ کلف بعینہ یعنی بجائے خود ایک
طوفان عظیم ہوں جو بوجہ ہوا کے سخت توج کے جو ہوا کے طبقہ اعلیٰ میں ہوتا ہو
اور آفتاب پر محیط ہی ظاہر ہوتا ہے۔

در حاصل کلام باوجود اس تفصیل کے بھی اب تک اُنکی مقدار اور تعداد
کامل طور پر دریافت نہیں ہوئی اسلئے کہ وہ بادل کے ٹکروں سے بہت زیادہ
مشابہ ہوتے ہیں چنانچہ اتمیاتیین اور شمار نامکن ہے اور اسی واسطے کلف کی
تحقیق کسی قاعدے اور منابط کی تحت میں نہیں آسکتی۔ تاہم ہم کو اپنے متقدمین
حکما کا مشکور ہونا چاہئے جو باوجود نقصان آلات بلکہ اُن آلات کے نہ ہونے پر
بھی ایسے امور کو جہاں تک ممکن تھا دریافت کیا اور اسکو اپنے تصنیفات میں

بیان کیا۔ چنانچہ خاصی زادہ لکھتا ہے کہ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قرص آفتاب پر چند سیاہ داغ ہیں جو اسکے مرکز سے توڑے ہی اونچے ہیں جیسے مائدین مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ پس ان وجوہ سے یہ لوگ زمین و آفرین کے بمقابلہ حلقے یورپ کے زیادہ سختی میں جنہوں نے صدیوں کی تحقیقات اور ہندریہ آلات معتبرہ اور عمدہ طلسمکوں کے ان امور سے واقفیت حاصل کی ہے۔

ہمارے دعویٰ کی صداقت اور شیعہ اور ابن اوند کسی کے ادعا بطلان پر یہ کافی شہادت ہے کہ علمائے معیت جدیدہ اور صناعات ان ارماد موجودہ نجوم کسوف خمس کا زہرہ اور عطارد سے ہونا بطریق تحقیق اور تدقیق ثابت کیا ہے اور انکی مسنون اور اسباب کو معلوم کیا ہے وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ در صحیح استخراج کے عمل سے یہ ابھی تک واضح طور پر معلوم نہیں ہوا ہے کہ کسی زمانے بھی زہرہ اور عطارد ایک ہی وقت اور ایک ہی زمانہ میں آفتاب پر واقع ہوتے ہوں گویہ واقع محال اور متنع نہیں ہے لیکن اسکے وقوع کے جیسا کہ ابن اوند نے بیان کیا ہے معتقد نہیں ہیں لیکن ان میں سے ایک کا آفتاب پر واقع ہونا صحیح اور یقینی تصور کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ یہ امر بار بار واقع ہوا ہے اور واقع ہوتا رہے گا۔

چنانچہ نیتسوار کو سلطنت فرانس کے رمذخانے کا سابق صدر حاکم آفتاب پر سے عطارد کے عبور کرنے کی نسبت لکھتا ہے کہ در ایک عرب کے طبیب اور نجم نے جسکو آبن رشد کہتے ہیں۔ بارہویں صدی عیسوی موافق باچھو صدی ہجری میں یہ خیال کیا ہے کہ اسنے خود جرم عطارد کو قرص آفتاب پر دیکھا ہے لیکن جسوقت کہ عطارد آفتاب پر سے عبور کیا تھا اسکا قطر بارہ ثانیہ سے زیادہ نہیں تھا اور کلف جو ستدیر اور سیاقہ کی مقدار بارہ ثانیہ ہوتی ہے قرص آفتاب پر ٹھیک طور پر دیکھا نہیں جاسکتا لیکن اسکے بیان سے اسباب کا ملہ آلات رمذ کے ایک ایک کا نام ہے۔

ملہ محیط آسمان کے پانچ حصہ کا نام برج کے پانچ حصہ کا نام درجہ اور درجہ کے پانچ حصہ کا نام دقیقہ اور دقیقہ کے پانچ حصہ کا نام ثانیہ ہے۔

قوی اشغال ہوتا ہے کہ اسنے آفتاب کے جس کسی ایک کفن کو اسنے دیکھا ہے عطار
خیال کر لیا ہے بلکہ ہم اسی بحث کو سکا تیرہ اور لکیر کے ادما کے مقابلے میں پیش
کر سکتے ہیں اسنے شمسۃ المطابق ۱۱۰۰ ص ۱۱۰۰ میں عطار کو قرص آفتاب
پر دیکھا ہے۔ لیکن عطار کو قرص آفتاب پر سب سے پہلے جس نے دیکھا ہے وہ
کا ساندھی ہے جو پیرس کے مدرسے کا معلم تھا۔ اسنے ۱۱۰۰ نومبر ۱۱۰۰ء مطابق
اوسط سنہ ۱۱۰۰ء میں شہر پیرس میں عطار کو قرص آفتاب پر دیکھا تھا اور یہ اس
ترکیب سے دیکھا گیا تھا کہ اسنے ایک سفید کاغذ پر آفتاب کا عکس لیا تھا اور
اسوقت رویت کفن کا بھی طریقہ متحسن سمجھا جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ چیخا اور شاکہ مینے
وہ چیز دریافت کی ہے جسکی تحقیق و تفتیش میں علمائے طبعی سالہا سال تک
سرگردان رہ چکے ہیں لیکن اسکا مقصود حجر عکاس اور زیبق (سیاب) و طالعہ مختار
حاصل کلام ہم اسوقت میں یہ خیال کرتے ہیں کہ آفتاب پر جو چیز ہے وہ
زہرہ ہے اور جبکا کشادہ قرین قیاس بھی ہے۔ اور نیز یہ کہ علمائے سمیت
اور نجوم اور صاحب ارصاد و زیجات جو اپنے دعادی کے اثبات میں سوا
دلائل ہندی کے کسی دلیل کو مستند اور معتبر نہیں سمجھتے ہیں انہوں نے انہیں
دلائل سے اعلان کر دیا ہے۔ چنانچہ چند سال قبل یورپ کے نمبین نے یہ استخراج
کیا تھا کہ ۲۸ شوال روز چہار شنبہ ۱۱۰۰ء مطابق ۸ دسمبر ۱۱۰۰ء
میں ستارہ زہرہ جو مٹس پر سے عبور کر لگا اور اسوجہ سے جرم زہرہ سے
جرم مٹس میں کسوف نمایان ہوگا۔

نیون (جو میرزا عبد الغفار نجم الملک مدرسہ وار الفنون کے ریاضا کے
معلم کا معاصر تھا اور جو سمیت جدیدہ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا) خاص کر کے
نمبین پورپ کے موافق استخراج کیا اور تقویم میں اس حادثہ اور واقع کا حال
مفصل لکھ دیا۔ حاصل یہ کہ یورپ کے نجومیوں نے بعد استنباط اور استخراج کے
اس واقع کا مفصل حال کہ وہ کن کن مقامات سے مشاہدہ کیا جائیگا لکھ کر اطراف
والکناف میں شایع کر دیا۔ اور نیز معتبر طلسمکوبوں اور صحیح دور بینوں اور اور
سلاہ بیان سنون میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔

ضروری آلات داد و ات حکمی ہائے عمل میں ضرورت پڑتی تھی ساتھ لیکر مختلف ملکوں کو
چلے گئے تاکہ اس کسوف کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں بہت سے اُن میں سے ملک
چین کو روانہ ہوئے اور کچھ ہند میں پہنچے اور بعض اصدین ملک دوس میں پہنچے
اور کچھ لوگ عکس کے ایکڑ اصفیٰ اور تمام آلات لیکر اصفہان میں آکر مقیم ہوئے اور اُن
میں سے چند لوگ طہران میں مرحوم سپہ سالار میرزا آقہ خان قاجار و ولوی کوٹھی میں
مقیم ہوئے اور روز موعود کا انتظار کرنے لگے پس یوم موعود یعنی ۲۸ شوال آن پہنچا
شہزادہ اعتضاد اسطنت وزیر علوم لکھتا ہے کہ طلوع آفتاب پر ہم نواب محمد اللہ
فرہاد میرزا کے ساتھ مرحوم سپہ سالار کی کوٹھی کو روانہ ہوئے اور وہاں شمس اللہ
وزیر امور خارجہ سپہ سالار اعظم حاجی میرزا حسین خان موجود تھے اور اُس
مجمع میں نیز اور ارباب علم فضل مثلاً مقرب الخاقان جعفر قلی خان رئیس مدرسہ
مبارک دار الفنون و میرزا عبد الغفار نجم الملک وغیرہ حاضر تھے۔ باوجود اس
کہ آفتاب برج قوس میں تھا اور ہوا میں انقلاب کا احتمال اور بادل جس کی
کدورت اس مشاہدہ کی مانع ہو سکے چند ان نمایاں نہیں ہو ا پس جن آلات
اولاد و ات کی اس عمل میں ضرورت ہو سکتی تھی وہ نصب کر دیئے گئے اور جو غیبا
کہ اسکی مانع ہوتی تھیں وہ اٹھا دی گئیں اسکے بعد حسب مرضی نہایت اطمینان
سے اس کسوف کے دیکھنے میں متوجہ ہوئے تقریباً دو گھنٹہ تک زہر کا جرم شمس سے
عبور ہو رہا تھا اور اسکے جرم کے کنارہ سے مری (دکھائی دینا) ہوتا تھا۔ ہم برابر
اس وقت تک دیکھتے رہے کہ زہرہ کے جرم شمس سے جدا ہونے کے لئے ہمیں
دقیقہ باقی رکھنے کئی بار دیکھا کہ بوجہ شعاع شمس کے اس ہوا میں جو اس کے
ارد گرد تھی اور جن کو زبان فرانس میں آنسفر کہتے ہیں اتنے حوادث اور اختلافات
پیدا ہوئے جو بہت ہی عجیب غریب معلوم ہوتے تھے۔

غرض یہ کہ ہم نے یوہین مصنفین کی علم ہیت کی کتابوں میں جن امور کو دیکھا
تھا اُس کو تمام مشاہدہ کیا اور زہرہ کے ارد گردی ہوا کا جو حال سنا تھا اُس کو
اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

یہ معلوم ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دونوں جسم کی خبر خدا نے عیسے

علیہ السلام کو دی ہے وہ کہہ رہا ہے اور بہشت جسکی انہوں نے خبر دی وہ جہنم
آفتاب میں ہے اور یہ مذہب مذہب الاسلام سے کسی قدر مناسب رکھتا ہے جیسا
کہ اخبار و آثار سے مستفاد ہوتا ہے کہ بہشت آسمان چہارم پر ہے۔

حاصل کلام ہمارے واپس ہونیکے بعد وہ نجومی اپنے حساب میں مصروف
ہوئے اور حسب قرار داد انہوں نے جو استخراج اور استنباط کیا اُس کے بموجب
یہ اعلان دیا ہے کہ آٹھ سال کے بعد پھر جہنم شمسِ ہرہ سے منکشف ہوگا۔ اور نیز
دوسرے سو سال میں یہ واقع پیش ہوگا اور یورپ کے نجوم اور اہل رصد عالم
مجموعات کی تحصیل اور معلومات کی تکمیل میں نہایت کوشش و تحقیق کرتے
رہتے ہیں لیکن زمانہ کے کسوف کے دریافت کر نہیں سکتا مگر گرمی کے ساتھ متوجہ ہیں
اس لئے کہ ٹیلیگراف کی جلد پہنچنے والی خبروں سے جس طریقے سے کہ اونکی
کتابوں میں مندرج ہے عمدہ طرح سے ایک مثلث بنا سکتے ہیں اور اُس کے ذریعہ
سے آفتاب کے منظر کا اختلاف اور زمین کے بعد کو آفتاب کے مرکز سے جو کہ عالم الفجر
و اجرام کا بتا ہے معلوم کر سکتے ہیں پس ایسوجہ سے اس زمانہ میں جب صحیح استخراج
کی رو سے اس قسم کے کسوف سے واقف ہو جاتے ہیں تو پھر اس کے مشاہدے
میں کوئی تاثر نہیں ہوتا ہے پس ضروری طور پر ہر ملک میں جہاں کہ اُسکی رویت
ممکن ہوتی ہے اُس جگہ پر قبل از وقوع واقع کے جایا کرتے ہیں۔ چونکہ یہ ایک عجیب
اور پُرانی اور نئی تحقیقات کے متعلق بیان تھا اسلئے ناظرین کی دلچسپی کیلئے
اُس کا کچھ مختصر حال لکھ دیا گیا اسلئے کہ اس امر سے واقفیت پیدا کرنے کیلئے
بڑی بڑی ضخیم کتابوں کا دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔

(شیخ کی وہ کتابیں جو اُس نے ہمدان میں تصنیف و تالیف کی ہیں)

کتاب ہدایہ علم حکمت میں۔ رسالہ ادویہ قلیبہ کے بیان میں۔ اشارت
ایک جلد میں جو علاج قلع میں ہے۔ رسالہ ارشاد جو اُس نے اپنے ہمدانی شیخ محمود
کے لئے لکھا تھا۔ رسالہ خی بن یقطان۔ کتاب قانون علم طب میں یہ کتاب مختلف
لے ہی بن یقطان اُس خیر کا حکم تھا جہاں کہ شیخ مجوس تھا۔

مقامات میں تکمیل پائی گئی اسکا کچھ حصہ جرجان اور کچھ حصہ مین اور کچھ حصہ اہن میں لکھا
 جا کر پورا ہوا۔ یہ کتاب پانچ کتابوں پر مشتمل ہے۔ کتاب اول امور کلیہ میں اور یہ چار
 فنون پر مشتمل ہے۔ کتاب دوم ادویہ مفردہ میں اسمین دو جملہ ہیں۔ کتاب سوم امراض
 جزئیہ بدن میں جو کہ سر سے پاؤں تک ہوتے ہیں۔ اس میں بائیس فن ہیں
 کتاب چہارم امراض جزئیہ میں جو اعضائے غیر مخصوص میں پیدا ہوتے ہیں
 اس میں پانچ فن ہیں۔ کتاب پنجم ادویہ مرکبہ میں جو کئی فن اور دو جملہ سے مرکب
 شیخ نے اس کتاب میں علاج سہل اور ان قریح کے متعلق جو سینہ میں پیدا
 ہوتے ہیں لکھا ہے کہ مینے بارہا آزمایا ہے اور ہر طرح سے اس کو نافع پایا ہے وہ یہ ہے
 کہ مسلسل آدمی کو کامل ایک سال تک گل قند شکر کا استعمال کرنا ضروری ہو
 اور ہر روز جس قدر ہو سکے روٹی کے ساتھ استعمال کریں اور اگر اس میں
 ضیق النفس محسوس ہونے لگے تو بقدر حاجت شربت زوق کا استعمال کریں اور
 اگر حمی دق (تب دق) نمایاں ہو تو قرص کا فور کا استعمال کریں اس میں کوئی
 شک شبہ نہ کریں بفضل خدا شفا بھی حاصل ہوگی۔ اگر محکمو لوگوں سے طعن تشنیع کا
 اندیشہ ہوتا تو مین بیان کرتا اور چونکہ مین حقیقت میں لوگوں کی طعن تشنیع سے
 نہیں ڈرتا ہوں اس لئے اسکے متعلق چند واقعات بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے
 کہ ایک عورت مرض سل میں مبتلا ہوئی اور اسکا مرض اس قدر بڑھ گیا کہ وہ
 مرض کی تکلیف سے تنگ ہو گئی اور بیماری اس قدر طول پکڑی کہ اُس نے مرنا
 ٹھان لیا اور یہ کہا کہ میرے لئے سامان موت تیار کر آیا جائے۔ لیکن اُسکا
 بھائی اسکے معالجہ پر آمادہ ہوا اور وہ اُسی طریق سے اُسکا علاج کرنے لگا خدا
 فضل سے اُس کا مرض زائل ہو گیا اور اُسکو شفا حاصل ہو گئی۔ مین اس بات کے
 کہنے سے بہت ہی پسند پیش کرتا اور شبہ پاتا ہوں کہ اس کو کس قدر گل قند کھلایا
 جاتا تھا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ مین اسکی مقدار کو بتا نیکی جو اتنے مین کو سکھایا
 ہوں اور بلکہ مین بھی سمجھتا ہوں کہ وہ میرے بیان سے بہت زیادہ ہے اور
 جسکا لوگ اعتبار نہیں کریں گے کتاب انصاف جو مین جلدون میں ہے اُسکو
 اصفہان میں لکھا۔ اس کتاب میں اُسے اسطو کی کتابوں اور رسالوں کی شرح

لکھی ہے اور اس کتاب کے انصاف کے نام سے موسوم ہونے کی وجہ تسمیہ
 بیان کی جاتی ہے کہ اس میں اُس نے مشرق اور مغرب کے فلاسفہ و فن کے
 درمیان فیصلہ کیا ہے چنانچہ صاحب طبقات الاطباء نے اس کی نسبت لکھا ہے
 کہ هو اصف فی بین الشیخین الخوین جس زمانہ میں کہ سلطان مسعود نے اصفہان پر
 چڑھائی کی تھی اُس زمانہ کے فتنہ و فساد اور اوگیر میں یہ کتاب تلف ہو گئی
 اور دوبارہ جبکہ اُس کو بدون اور مرتب ہونا چاہئے تھا نہیں ہوئی۔ کتاب
 لغت العرب یہ کتاب پانچ جلدوں میں تھی اور چونکہ اس کتاب کا بیضہ نہیں ہوا تھا
 اب سہل کی لڑائی میں یہ بھی تباہ ہو گئی۔ کتاب حکمت ملائکہ فارسی اور جس کی
 دوسرا نام دانش نامہ ہے علاؤ الدولہ کے لئے لکھی تھی۔ کتاب نجات و جلد میں
 کتاب در علم و محتاج حروف۔ رسالہ الطیر۔ کتاب حدود الطب۔ مقالہ در قوائے
 طبعیہ کتاب عیون الحکمت اس کتاب میں علم طبعی الہی اور ریاضی بیان کیا
 گیا ہے دس جلدوں میں ہے۔ مقالہ عکس ذوات الخطب التوحید یہ بھی
 مقالہ الکیات میں کتاب معجز کبیر منطق میں کتاب نجات جس کا نام معجز صغیر بھی
 ہے۔ مقالہ در تحصیل سعادت اسکو حج عربیہ بھی کہتے ہیں۔ مقالہ در قصاؤ قدر
 جس زمانہ میں کہ شیخ ہمدان سے سفر کرتا ہوا اصفہان کو جا رہا تھا سافرت میں
 لکھا ہے مقالہ در خواص کاسنی۔ مقالہ فی اشارہ الی المنطق۔ مقالہ در تعریف
 و تقسیم حکمت و علوم۔ مقالہ ہزون اور پانی کے بیان میں۔ تعلیق طبعیہ یہ کتاب
 ابو منصور کے لئے لکھی ہے۔ مقالہ خواص خط استخوان میں یہ مقالہ ابو الحسین
 ہمدان کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ رسالہ ہجدہ مسئلہ ابوریحان بیرونی کی
 جواب میں۔ مقالہ ہدایت ارض اور اسکے یقین مطلق ہونے کے بیان میں
 حکمت الشریعہ۔ مقالہ علم موسیقی میں یہ مقالہ موسیقی کے اس فصل کے
 علاوہ ہے جو کتاب نجات میں قائم کی گئی ہے۔ مقالہ اجرام سادہ میں۔ کتاب
 الاثر صد کے بیان میں یہ کتاب اسے اس زمانہ میں لکھی ہو جبکہ علاؤ الدولہ
 نے اصفہان میں صد گاہ بنانے کیلئے کہا تھا کتاب دیکھ دیکھ اسی کتاب میں علم طبعی
 پر چند تعلیقات بھی ہیں۔ مقالہ عرض قاطبہ ریاس۔ رسالہ اصحویہ معاویہ میں۔ مقالہ

جسم طبعی اور تعلیمی میں کتاب حکمت تحریرہ الیہات میں۔ مقالہ اس بیان میں کنذہ
 سے جو علم ہوتا ہے وہ عمر کے علم کے علاوہ ہے۔ کتاب تدبیر کرا اور اخراج لینے کے
 بیان میں۔ مناظر اٹک جو ابوالکلیلیہ پوری اور شیخ کے درمیان ماہیت
 نفس میں ہوئے ہیں۔ کتاب خطبات اور تجربات اور اسجاع و قوانی میں اس
 کتاب میں اسے ان امور کا جواب لکھا ہے جو بعض خطبون کو جو دوسرے کے ہیں اسکی طرف
 منسوب کئے گئے تھے مختصر اقدیس شیخ کا خیال تھا کہ اسکو کتاب نجات میں شامل کر دیا جائے
 مقالہ ارتقا طبعی میں۔ فصائد عشرہ اور اشعار زہد وغیرہ میں۔ رسائل فارسی
 اس میں مخاطبات اور مکاتبات ہیں۔ تعالیق حنین ابن اسحق کی کتاب طب پر
 کتاب معالجات میں یہ کتاب قوانین کے نام سے بھی موسوم ہے۔ رسالہ جدید مسائل
 طبیبہ میں۔ جواب ان میں مسائل کا جو علمائے عصر نے اس سے سول کیا تھا
 مسائل شرح اللہ اکبر میں۔ جوابات مسائل ابو حامد۔ جواب مسائل علمائے
 بغداد جس میں انھوں نے اس شخص سے سول کیا تھا جو بعد ان میں
 حکمت کا دعویٰ کرتا تھا۔ رسالہ علم کلام میں دو باب میں ہے۔ شرح کتاب
 نفس ارسطاطالین۔ مقالہ در نفس۔ مقالہ در ابطال احکام نجوم۔ کتاب الملح
 نحو میں۔ فضول التیہات ادل میں۔ فصول نفس و طبیعات میں۔ رسالہ
 بیان زہد میں۔ یہ رسالہ ابو سعید بن ابوالخیر کے لئے لکھا تھا۔ مقالہ اس میں
 کہ ایک ہی چیز جو ہر عرض نہیں ہو سکتی ہے۔ رسالہ ان مسائل میں جو شیخ
 اور علمائے عصر کے ساتھ مختلف علوم میں کئے گئے تھے۔ تعلیقات جن سے
 ابوالفرح بن ابوسعید یامی نے شیخ سے مجلس درس میں استفادہ کیا تھا
 اس میں شیخ نے ان مسائل کے جوابات دیے ہیں۔ مقالہ اپنی تصنیفات
 اور تالیفات کے بیان میں کہ اسے اس کتاب کو کہا اور کس زمانہ میں تصنیف
 کیا ہے رسالہ ابوالحسن عامری کے جو وہ مسائل کے جواب ہیں۔ کتاب
 مفتاح الغرائین منطق میں۔ رسالہ جو ہر و غرض میں۔ کتاب تاویل اور تفسیر میں
 مقالہ ابوالفریح بن طبیب کے کلمات کے رد میں۔ رسالہ حق کے بیان
 میں یہ رسالہ ابو عبد اللہ معصومی کے لئے لکھا گیا ہے۔ رسالہ افسان کے

قوس اور اکات کے بیان میں۔ مقالہ حزن (الام) اور اس کے اسباب
میں۔ رسالہ نہایت اور لائہائیت کے بیان میں۔ کتاب حکمت تحسین
کے نام سے موسوم ہے فقط

رسالہ ناول

اس مقبول رسالہ کو اب بارہواں سال شروع ہوتا ہے۔ ملک میں جو
دکچپ اور پسندیدہ ناول پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے اکثر مشہور ناول
اسی رسالہ کی برکت ہیں۔ یہی ایک صرف پسند عالم رسالہ ہے جو سال کے
اندر متعدد ناول ایک طرف ناظرین کے کتب خانوں میں جمع کر دیا کرتا ہے
اور دوسری طرف ملک میں بہت سی نئی نئی کتابیں پھیلا دیتا ہے۔ ۱۹۵۵ء
سے دو نئے دکچپ ناول شروع ہو گئے ایک تو سرخ رسائی کا حیرت انگیز
ناول موسومہ شہنشاہ عیاران جو انگریزی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور دوسرا
ایک اور عجیب بانق و نتیجہ خیز ناول جس کا نام جام زہر ہے جو یقین ہے
کہ نصف سال میں ختم ہو جائیں۔ ہرچہ کی منگامت بھی کم نہیں ٹیل پیج کے
علاوہ ۸۸ صفحہ ہو کر صرف ۸۸ سال پر ملین گئے۔ اور محصول
ہمائے ذمہ۔ کیا اس سے بھی سستا کوئی اردو رسالہ ہے؟ فوراً درخواستیں آئیں
التمس

تھر

جے نرائن درما این آ باد لکھنؤ

دفعہ رسالہ ناول - امین آباد لکھنؤ میں فروخت کے لئے موجود ہیں

سوانح عمریان

مشاہیر عالم - حسین دنیابھر کے واجب التعلیم
مشاہیر کی مختصر سوانح عمریان درج ہیں یعنی مشہور
شاعرین دیوانہ دار - حافظ شیرازی - نظامی -
عمر خیام - امیر خسرو - امیر میرانی - پیغمبر - شیکسپیر
مشہور مصنفین اور مورخین (سرواٹر - اسکاٹ
بریناڈس - گولڈ سٹم - بوعلی سینا - ادیبی - بیکس
مر - امام اعظم - طبری) مشہور ریاضیاء عرب اور فارسی
رہنماؤں (السیاح - مسیح - منوچ) حضرت نوح - زخوت
بد - کنفوشس - شکر اچارج - رانج - راماند -
کیمز سوراس - گورڈونز - کھاتہ - بابائیک - کیشپ
چند رسین - سوامی دیانند - مشہور حکیمین اور فلاسفین
اور اطباء - ارسطو - سقراط - بقراط - فیثاغورث -
قلمان - طالس - ملکی - سولن - جمن - فریکلن -
مشہور محققین اور موجدین (نیوٹن - ریپ - واٹ)
مشہور جینیٹوں اور شاہان قدیم و جدید (اشکلن
رجیت سنگھ - راجہ ہرنچند - فرعون - نرو و بخت نصر
الکس - کینز - نادرساہ - امیر عبدالرحمن)
اور مشہور اور برہمنی اور تون (ملکہ دگورید -
ایلیا بانی - نور جہان مصر کی حسین ملکہ کلہو پتر)
کے صحیح حالات و عجیب چیرا یہ میں درج کیے گئے ہیں
اصلی قیمت ۲۵
شاہ ایڈورڈ ہفتم تا آج کل کے واجب التعلیم
ایڈورڈ ہفتم کی عزت و محبت کا کچھ بھی پاس ہو کہ

اس سے بہتر کتاب آج کل اور کمان ٹیلی قیمت ۱۲
کو لیس - نئی دنیا یعنی براعظم امریکہ کے درخت
کنڈہ جہانہ زبان کے حالات زندگی جو پڑھنے
کے قابل ہیں قیمت اصلی - ۴۰
محبوب - مشہور عاشق محبوبوں کے نام پر لکھا
کو دہدہ آٹا - اور جلی مشفوفہ ملی کا نام - عرب
ایران اور ہندوستان کا پچھلے جہانہ ہوا کے
صحیح حالات زندگی - اصلی قیمت - ۳۰
ملا دو پیازہ - ٹریفون کے گرد کشال ملا دو پیازہ
صاحب کے مکمل و مفصل سوانح عمری - لکھا
و ظرائف اعلیٰ درجہ کی دلچسپ کتاب - اصلی قیمت ۴۰
تانیہ بھیل - ہندوستان کے مشہور ڈاکو
تانیہ بھیل (جسکی بہادری کا ڈاکٹر اعظم ایشیا
یورپ میں بھگیا جسے کئی سال تک گورنمنٹ
ہند کا مقابلہ کیا اور انگریز ہی پولیس کو بار بار
شکست فاش دی جسے لوٹ مار کے روپیہ سے
ہزاروں بھیل گھوٹکی پرورش کی جسکی موت
پر تمام ہندوستان میں ماتم پڑ گیا اور جو باوجود
ڈاکو ہونے کے ایک نہایت قابل محبت اور
ہردلعزیز انسان گذرا ہو (کوحبیب و غریب
قابل دیدہ بلوارنہ سوانح عمری قیمت اصلی - ۴۰
شیکسپیر - انگلستان کے انیسویں صدی کے مشہور
کوسرتاج و کیم شیکسپیر کے حالات زندگی کیا عجیب بات
انہیں کہ کچھ نہیں کہ گورو اور تانوا نہ ہو کہ کچھ شہزادہ

۱۲

دفتر سالہ ناول امین آباد لکھنؤ میں فروخت کے لیے موجود ہیں

تخیر - شہزادہ بات کی طرز معاشرت میں فرق - غریب دہاتو کی دوسرا گلی آریزہ فطیلان جو انیس طرز معاشرت کے برتنے میں ہو جایا کرتی ہیں - ہر ایک تمغہ آمیز اور لطافت انگیز سین سے کشت زعفران پر گولہ آستہ کے ڈرامشی اسٹولیں کو کانکر کا ترجمہ حجم ۹۰ صفحہ قیمت ۱۸

دھوکا یا طلسمی قانون سر ریٹلڈ کے ایک اچھوتے دلکش نصیحت خیز جبرت آمیز ناول کا ترجمہ حسین مجیب دلاویز پیر آمین دیکھا گیا ہے کہ دنیا کے معاملات کا ظاہر کچھ ہوتا ہے اور باطن کچھ اور بادی النظر میں جو کچھ نظر آئے اسپر اعتبار کر کے راکھ قائم کرنا چاہیے ستر سجدہ اور بیڑا و بیچ حجم ۳۰ صفحہ عمار روز المبرٹ - اٹھلان کے جادو نگار سر ریٹلڈ کے مشہور معروف ناول کا ترجمہ حسین ایک غیور نیک طبیعت حسن فروش بادی کی ٹیٹی کی سوانح عمری کچھ اس نصیحت آمیز موزوں اور دلچسپ پیر آمین دینج ہے کہ تنگ سارا ناول تمہو جاسے طبیعت کو قرار نہ آئے۔ اٹھلان کے امرا کا کچھ چٹھو جانی کا جوش حسن کی حقانی کشش پھر آخر نتیجہ کو غور کچھ تو سرا با نصیحت ہے ضرور ملاحظہ فرمائے کامل دو حصوں میں مجلد حجم ۳۵۶ صفحہ قیمت ۱۸

نیرنگ سر ریٹلڈ کے ناول فشر میں کا ترجمہ خود غرضی اور وفاداری کی مکی تصویر عاشق مراد جو کچھ لیے تیر دلزدہ و قیہہ بخون کے لیے اعلیٰ درجہ کا نتیجہ خیر نارضامندی کی کتاب کے تلخ حجم ۹۰ صفحہ قیمت ۱۸ کارزار ارضیہ یعنی داستان سلطنت بیت المقدس حسین مکی - مالی - تمدنی - اور اخلاقی حالات شاہان فرنگ اسلام - زنگی و سلجوقیہ - تاتاریوں - ملوکوں - امرا اور ان کے عیش و نشاط - عدالتوں حاکموں - قوانین و رسم و رواج - رعایا و غازیوں آلات حرب و فنون طلا کی کیفیتیں علاوہ ان کے جنگ و جدلی کے اغراض نہایت دلچسپی کے ساتھ درج ہیں بالقصور نے اسے آرچر و جاس لکچرنگ لکچرنگ اور صاحب کی تاریخ کرویدیں کا اردو ترجمہ تقریباً بیس جز و قیمت ۱۸

کلتھوم - ایک سین لڑکی کو اس کے اصلی درجہ سے محروم رکھنے کی چالیں لکھنؤ کا ایک لکچرنگ کی کارستانیان - زعفران زلزلہ - یعنی ان کے جواب مضامین کا انتخاب لکھنؤ کے آزاد و فطرت باخار اور بیچ کے ساتھ ساتھ میں شیعہ ہے یہ تحریر جو طرافت کی جان اور لکچرنگ کی روح رواں ہیں - مرہ و لو کے ساتھ سچی آواز - روتوں کو بنانا اور منہ سون کو لوٹن کو ترہانا اس رسم کا لکچرنگ کرشمہ ہے قیمت ۱۸

